سلسلۂ اویسیہ

ایک مستقل سلسلہ ہے

تصنیفِ لطیف

حضور فیض ملت مُفسر اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابو صالح مفتی

محمد فیض احمد اویسی رضوی علیہ رحمۃ اللہ

Uwaysi Books
Uwaysi Library

www.faizahmedowaisi.com

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

نَحۡمَدُهُ وَنُصَلِّيۡ عَلَىٰ رَسُولِهِ الۡكَرِيۡمِ

ہمارے دَور میں پیری مُریدی اکثریت میں کاروبار کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ جدھر دیکھو پیری مریدی کی دُکانیں سجی ہوئی ہیں۔ سَلاسلِ طیّبہ (پاکیزہ روحانی سلسلے) کی نسبت سے عوام کو بے زَر (مال سے خالی) غُلام بنا کر لوٹا جارہا ہے، حالانکہ پیری مریدی کا واحد مقصد بندے کو خُدا (اللہ تعالیٰ) سے ملانا ہے، اور بس (فقط)۔ مگر آج کل اکثر پیر صاحبان حضرت شیخ سعدی قُدّسَ سرُّہٗ کے مقولہ (قول) کے مِصداق (پورا اترتے) ہیں۔

او خویشتن گم است، که را رهبری کند؟[1] یعنی وہ جو خود گمراہ ہو دوسروں کی کیا رہبری کرے گا؟

اِس موضوع پر کئی رَسائلِ مطبوعہ (چھپے ہوئے) ہیں: (۱) اَصلی و نَقلی پیر (۲) جاہِل پیر، گُمراہ مرید (۳) رَسمی پیری مریدی۔ پیر صاحبان نے دُکان چمکانے کے لیے اپنی علامات کی ٹوپیاں، رُوحانی عمامے مختلف انداز میں تیار کر رکھے ہیں۔ فقیر کسی کی نِیّت (ارادہ) پر حملہ نہیں کر رہا، بلکہ اُن کا طرزِ طریق (طریقہ کار) کچھ ایسا ہی ہے۔ اِن حضرات کا طریقہ بُرا بھی نہیں، اِس میں دِینی و دُنیوی فائدے بھی ہیں؛ نِیّت اچھی ہو تو وہ علامت پیر بھائیوں کی محبّت میں اضافہ کرتی ہے۔ دوسرے لوگ بھی اِس علامت کی وجہ سے اُن سے پیار کرتے ہیں۔

مثلاً: حضرت خواجہ غلام فرید صاحب قُدّسَ سِرُّہٗ کے سُرخ رُومال کو دیکھ کر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی نِسبت (تعلق) کی وجہ سے رومال والے کو چُومنے کا جی چاہتا ہے۔ سیال شریف کی ٹوپی کی سُرخ دھاری محبوب لگتی ہے، اور خُصوصی ساخت کی ٹوپی بھرچونڈی شریف کے مشائخ کا نقشہ دل میں خُصوصی عقیدت کے ساتھ سامنے لے آتی ہے۔ اُن کے مریدین خوش قسمت سمجھے جاتے ہیں، لیکن مریدین بھی صرف اور صرف اِس علامت پر اِکتفا (بس اسی پر رُکا) نہ کریں، بلکہ اپنے مشائخ کی اَداؤں (اخلاق و طرزِ عمل) کو اپنائیں؛ ورنہ بَندگانِ نفس (نفس کے غلام) سمجھے جائیں گے۔ ایک ولیِّ کامل (کامل درجے کے اللہ والے) کے ساتھ اُن کا ایک مرید کہیں جارہے تھے۔ راستے میں ایک حسین و جمیل (خوبصورت) لڑکی سامنے آئی، تو ولیُّ اللہ نے بوسہ دے کر فرمایا کہ حُسنِ حقیقی (اصل خوبصورتی) کیسے خوب ہیں۔ مرید نے بھی اُس بچی کو بوسہ جڑ دیا۔ آگے چل کر دیکھا کہ لوہا انگاروں کی طرح پڑا ہے؛ شیخ نے اُسے چُوما، لیکن مرید پیچھے ہٹ گیا۔ شیخ نے فرمایا: "تو نَفس کا بندہ ہے، ہٹ جا، میرے سے دور ہو جا۔"

آج کل اکثر مریدوں کا یہی حال ہے۔ فقیر نے کسی کو دیکھا کہ اُس کے بال کندھوں سے گزر کر پیٹھ تک پہنچے ہیں، لیکن داڑھی چَٹ صفا (بالکل صاف) ہے۔ میں نے اُسے کہا کہ اتنے لمبے بال رکھنا خلافِ سُنّت ہیں۔ اُس نے کہا: "یہ میرے پیر کی سُنّت ہے۔" میں نے کہا کہ تو کائنات کے سردار ﷺ کی سُنّت کا تارِک (چھوڑنے والا) ہے، اور اپنے پیر کو اُن سے بڑھا رہا ہے۔ اِن ایسے پیروں اور مریدوں کے کوائف (حالات) کے پیشِ نظر وہّابی، نَجدی پیری مُریدی کو گُمراہی (راہ سے ہٹ جانے) سے تعبیر کرتے ہیں۔ اُن کے رَدّ میں، الحمدُللہ، اہلِ سُنّت کے عُلماء و مشائخ نے خوب اور بہترین کتابیں لکھی ہیں۔

لیکن افسوس ہے کہ ہمارے بعض بھائی عقیدت (اندھی محبت) میں شریعت کی حدّیں توڑ کر خود کو اعلیٰ مرتبہ کے مالک کہلواتے ہیں، اور ہمارے جیسے خیر خواہوں کو تعصّب کار (ضدّی) بلکہ گُمراہ تک کہہ دیتے ہیں۔ مثلاً: یہ حضرات اپنے پیروں کی فوٹو (تصویر) طرزِ جان (جان کی طرح عزیز) سمجھ کر اپنے گھروں میں بڑے بڑے فوٹو سجا کر اُن کے سامنے اِس طرح نیاز مندی (عاجزی و ادب) سے پیش آتے ہیں جیسے زندہ انسان (پیر و مرشد) کے ساتھ ہو، حالانکہ فوٹو (تصویر) کھینچنے اور کھِنچوانے پر لعنت کی وعید آئی ہے۔ بعض اپنے پیر و مُرشد کی کسی نشانی یا تبرّک (برکت والی چیز) کو اپنے پاس رکھنے ہی کو صرف اور صرف اسی کو نجاتِ اُخروی

---

(1) (سعدی، گلستان، باب دوم در اخلاق درویشان، حکایت شمارہ:38)

(آخرت میں چھٹکارا) سمجھتے ہیں، اور باقی اُمورِ شرعیہ (دینی احکام) سے نہ صرف بے خبر (لاعلم) ہیں بلکہ بعض بدقسمت شریعت کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے بدکاروں کو راہِ راست (ہدایت) نصیب فرمائے۔ آمین، بجاہِ سیّدُ المُرسَلین ﷺ۔

فَقَط وَالسَّلام

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفر له

۳، جمادی الثانی، ۱۴۲۷ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی، وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیۡبِہِ الۡمُصۡطَفٰی

امابعد! فقیر جُملہ (تمام) اہلِ اسلام سے بالعُموم (عمومی طور پر) اور سِلسلۂ اُویسیہ سے بالخُصوص (خصوصی طور پر) گزارش (درخواست) ہے کہ لفّاظی (کھوکھلی باتوں) کو زَہر سمجھ کر عملی زندگی کی جِدّوجُہد (کوشش) فرمائیں، کیونکہ

عمل سے زندگی بنتی ہے؛ جنّت بھی، جہنّم بھی　　اِنسان اپنی فِطرت میں نہ نُوری ہے، نہ ناری

فقیر سِلسلۂ اُویسیہ کے اَعمال "ہفتگانہ" آپ کی نذرِ خدمت میں گزارتا ہے؛ اُن پر عمل کر کے نہ صرف اپنی زندگی سنواریں بلکہ قُربِ اِلٰہی (اللہ کی نزدیکی) سے خوب مالامال ہوں (بھرپور فائدہ اٹھائیں)۔

اصولِ سبعہ برائے جُملہ سَلاسِل بالخصوص وابستگانِ سلسلہ اُویسیہ

حضرت شیخ عبدُالحق رحمہُ اللہُ تعالیٰ علیہ سَفَر نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدُاللہ مَعشوق رحمہُ اللہُ تعالیٰ علیہ سے لوگوں نے سوال کیا کہ آپ کے طریقہ (سِلسلۂ اُویسیہ) کی بِنیاد کس پر ہے؟ فرمایا کہ سِلسلۂ اُویسیہ کی بِنا (بنیاد) سات (۷) اُصول پر ہے، اور وہ سات (۷) اصول یہ ہیں:

1۔ پَیروی رسولِ خُدا ﷺ　2۔ خَلوت دَر اَنجُمن　3۔ خاموشی دَر سُخَن　4۔ نَظر بَر قَدَم

5۔ ہوش دَر دَم　6۔ زِہر نوشی　7۔ پَردہ پوشی

فائدہ: اگرچہ یہ سب کَلِماتِ قُدسی (پاکیزہ و بابرکت کلمات) جَوامعُ الکَلِم (کم الفاظ میں جامع معانی) سے ہیں، اور باوجود مختصر الفاظ میں ہونے کے، اِس قدر حقائق (گہری سچائیاں) و معانی (مفاہیم) پر مشتمل ہیں کہ جن کے واسطے (لیے) بڑی بڑی شُروح (تفصیلی شرحوں) کی ضرورت ہے؛ تاہم کسی قدر (کچھ نہ کچھ) معنی اور شرح ہر ایک کی اپنی بَضاعَت (صلاحیت و استطاعت) کے مطابق بیان کی جاتی ہے۔

☆۔۔ تمام اکابرِ اَولیاءِ اللہ اور صاحبِ تقویٰ حضرات کا اِس پر اِتّفاق (اجماع) ہے کہ کوئی سَعادَتِ دارین (دنیا و آخرت کی کامیابی)، کوئی فَیض (روحانی بہرہ)، کوئی دَرجۂ عرفان (معرفت کا مرتبہ)، کوئی دَولت و قِسمت، کَشف و اَنوار (غیبی مشاہدات و نورانیت) اور اَسرارِ اِلٰہی (اللہ کے راز) بِغَیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پَیروی کے حاصل و مُیَسَّر (دستیاب) نہیں ہو سکتی، اور اللہ تعالیٰ اپنے کلامِ پاک میں بھی اِس کی تاکید (زور) فرماتا ہے: قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ (آل عمران: ۳۱)

ترجمہ: کہہ دیجئے (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبّت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، تو اللہ تم سے محبّت کرے گا۔

شیخ عبد الحق محدّث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ شرح فتوح الغیب میں اس آیتِ کریمہ کی تفسیر اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ "کہہ دیجئے، اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر تم لوگ اللہ کو دوست رکھتے ہو اور یہ چاہتے ہو کہ اس کی درگاہ (بارگاہ) میں تم مخصوص (خاص) ہو جاؤ کہ خدا (اللہ) تمہارا ہو جائے اور تم کو دوست رکھے تو تم میری پیروی کرو، تاکہ تم کو خدا دوست رکھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم چاہو کہ تم خدا کے محب ہو جاؤ، تو میری پیروی کرنے سے محب بلکہ محبوب ہو جاؤ گے۔"

☆۔۔ ایک جگہ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَٱعْتَصِمُوا۟ بِحَبْلِ ٱللَّهِ جَمِيعًا (آل عمران: ۳۱) یعنی "سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔"

ملا حسین واعظ کاشفی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیرِ حسینی میں تحریر فرماتے ہیں کہ بعض کے نزدیک حَبْلِ اللّٰہِ سے مراد قرآن ہے، اور بعض کا کہنا ہے کہ حَبْلِ اللّٰہِ میں حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی مراد ہے۔ یعنی اس آیتِ شریفہ کا مفہوم یہ ہوا کہ سب مل کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موافقت و پیروی کریں، کیونکہ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری اور باطنی پیروی نہ کی جائے، مطلوبِ حقیقی حاصل نہیں ہوگا۔ بقولِ شاعر:

حقا کہ بے متابعتِ سیدِ رُسُل ﷺ***ہرگز کسے بہ منزلِ مقصود رہ نیافت

از ہیچ رُو بہ ہیچ درے راہ نمی دہند***آن را کہ زآستانہ او روئے دل بتافت[2]

مولانا عبد الکریم چشتی لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اے عزیز! حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت کرنے یا ان کی پیروی کرنے کی تین (۳) اقسام ہیں، جیسا کہ حدیثِ شریف میں آیا ہے: 1- اَلشَّرِیْعَۃُ اَقْوَالِیْ 2- اَلطَّرِیْقَۃُ اَفْعَالِیْ 3- اَلْحَقِیْقَۃُ اَحْوَالِیْ[3]

اور حکمِ قرآن و حدیث کی دو اقسام ہیں: بعض احکام اچھے ہوتے ہیں اور بعض زیادہ اچھے ہوتے۔

1۔ پہلی قسم کو شریعت کہتے ہیں۔ 2۔ دوسری قسم کو طریقت کہتے ہیں۔

اور شریعت و طریقت دونوں کا نتیجہ حقیقت کہلاتا ہے۔ یہ تیسری قسم ہے۔ جب سالک شریعت و طریقت دونوں میں مکمل ہو جاتا ہے تو حقیقت اس پر منکشف (واضح) ہو جاتی ہے۔

---

(2) "بیشک، بغیر سیدِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کے، کسی کو مطلوبہ منزل حاصل نہیں ہوتی۔" "کسی بھی در سے کوئی راستہ نہیں ملتا، سوا اس کے جس نے اُس کے آستانہ سے دل کی روشنی حاصل کی ہو" (ط۔ ضیائی)

(3) (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب العلم، 1/ 299، الحدیث215، دار الفکر، بیروت – لبنان، الطبعۃ: الأولی، 1422ھـ – 2002م)

(کشف الخفاء، حرف الشین المعجمۃ، 2/ 5، الحدیث1532، المکتبۃ العصریۃ، الطبعۃ: الأولی، 1420ھـ – 2000م)

☆۔۔مشاغل جلالی میں لکھا ہے کہ حضراتِ شیوخ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طریقہ بھی پیروی رسول مقبول ﷺ کرنا ہی تھا۔اور تین اقسام پیروی رسول ﷺ کی بھی ہیں:۔

(۱) آپ ﷺ کے اَعْمال کی نہایت اِسْتِقَامَت (مضبوطی) کے ساتھ اِتِّبَاع (پیروی) کرنا،اور یہ کام اَعْضَاء (جسم کے حصوں) کا ہے۔

(۲) آپ ﷺ کے اَخْلاق (عادات) اور سِیْرَت (کردار) کی مطابَعَت (ہم آہنگی) کرے،اور اس پر قَائِم (ڈٹا) رہے،اور یہ کام دِل کا ہے۔

(۳) آپ ﷺ کے اَحْوال (باطنی کیفیتیں) کی پَیْرَوِی (اتباع) کرے،اور یہ کام رُوح کا ہے۔

اَحْوال (باطنی کیفیات) پر اِسْتِقَامَت (مضبوطی) جو اِنْتِہَائِی سَعَادَت (بڑی خوش نصیبی) کا دَرَجہ ہے،وہ اعمال، بِغَیْرِ پَیْرَوِیِ اَخْلاق (اخلاق کی پیروی کے بغیر) اور اَخْلاق، بِغَیْرِ پَیْرَوِیِ اَعْمال (اعمال کی پیروی کے بغیر) حاصل نہیں ہو سکتا۔اِس لیے کہ اَخْلاق کی اَعْمال کے ساتھ ایسی ہی نِسْبَت ہے جیسی اِسْتِنْجے کی نِسْبَت وُضُو کے ساتھ،اور اَخْلاق اَحْوال کے لیے اِتْنا ہی ضَرُوری ہے جِتنا وُضُو نَماز کے لیے۔

☆۔۔مُتَابَعَتِ اَعْمال سے مطلب یہ ہے کہ اَحْکامِ بَارِی تَعَالٰی کی بِجَاآوَرِی (ادائگی) کرے اور مُشْکِلات و مَمْنُوعات (روکی ہوئی چیزوں) سے باز رہے۔

☆۔۔جب مُتَابَعَتِ اَعْمال پر اِسْتِقَامَت ہو جائے تو اَخْلاق کی اِتِّبَاع (پیروی) کرے،اور یہ تَزْکِیَۂ نَفْس (نفس کی صفائی) سے حاصل ہوتی ہے،یعنی نَفْس کو بُرِی عَادَات سے پاک کرنا۔اور جب نَفْس پاک ہو جاتا ہے تو دِل کا دَرْوَازَہ کھل جاتا ہے اور اُس میں اَنْوَار و مَعَارِف (روحانی علوم) اور اَسْرَارِ حَقَائِق (حقیقتوں کے بھید) وغیرہ مُنَوَّر (روشن) و مُتَجَلّی (جلوہ افروز) ہونے لگتا ہے۔اس میں اور بھی بہت سی باتیں ہیں، مگر بِخَوْفِ طَوَالَت (طویل ہونے کے ڈر سے) اِسی قدر (مقدار) پر اِکْتِفَا کیا جاتا ہے۔

(2) خلوت درانجمن

☆۔۔مطلب یہ ہے کہ ظاہر میں مخلوق کے ساتھ مشغول رہے اور باطن میں سب سے علیحدہ اور دور رہے۔صورتاً (ظاہراً) سب کے ساتھ ہو اور باطن میں کسی کے ساتھ نہ ہوا۔

؎ دَسْت بِکَارِ دِل بِیَار ہو۔یعنی تَن (بدن) خَرَابَات (دنیا کے ہنگاموں) میں، دِل حُضُورِی (اللہ کی حاضری کے احساس) میں؛ یا تَن جَلوَت (مجمع) میں، دِل خَلوَت (تنہائی) میں ہو۔

☆۔۔حضرت شاہ جلال الدین محمد جعفری اُویسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب گلزار جلالی میں یہ حدیث شریف بیان فرماتے ہیں:

خَالِطُوا النَّاسَ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَأَجْسَادِكُمْ، وَزَايِلُوهُمْ بِقُلُوبِكُمْ[4]

یعنی لوگوں کے ساتھ اپنی زبان اور اپنے جسم سے میل جول رکھیں، لیکن دل سے ان سے فاصلہ رکھیں۔

اور حضرت خَواجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے قول السَّلَامَةُ فِي الْوَحْدَةِ میں بھی اس حَدِیْث کی طرف اِشَارَہ معلوم ہوتا ہے۔اور مطلب اس قول کا یہ ہے کہ اِنْسَان کے لیے تَنْہَائِی میں رہنا ہی بہتر ہے،اور تَنْہَا وہی رہ سکتا ہے جو وَحْدَت (یکسوئی) میں فَرْد (اکیلا) ہو،اور وَحْدَت وہی ہے جو غَیْر کے خَیَال (دھیان) سے باز رکھے، کیونکہ اس صُورَت سے سَلَامَت رہ سکتا ہے،ورنہ اگر تَنْہَائِی خُود بِیْنِی (اپنے آپ کو دیکھنے) کے واسطے (لئے) ہو گی تو دُرُسْت نہ ہو گی۔

---

(4) (شرح السنة للبغوي، كتاب البر والصلة، باب المرء مع من أحب، 13/ 64، المكتب الإسلامي - دمشق، بيروت، الطبعة: الثانية، 1403 هـ - 1983 م)

"الشَّيْطَانُ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ عَنِ الِاثْنَيْنِ أَبْعَدُ" یعنی شیطان انسان کو تنہائی میں زیادہ بہکاتا ہے اور دو سے دور بھاگتا ہے۔

مولانا علی ابن حسین واعظ کاشفی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کتاب رشحات میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضراتِ خواجہ بہاؤالدین قدس سرہ نے بھی اپنے سلسلۂ طریقت کی بناء(بنیاد) خلوت در انجمن پر رکھی ہے۔ آیت: رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللهِ (النور:۳۷)[یعنی وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد(سے)۔] یہی اس مقام کی طرف اشارہ ہے۔

خواجہ اولیاءِ کبیرِ قُدّسَ سرُّہٗ نے فرمایا ہے کہ خَلوَت دَر اَنجُمَن (مجمع میں باطنی تنہائی) اِس کو کہتے ہیں کہ ذَاکِر (ذکر کرنے والا) ذِکر میں اُس دَرَجہ مَشغُول و مُستَغرِق (ہمہ تن ڈوبا ہوا) ہو جائے کہ اگر بَازار میں جا رہا ہو تو کسی کی آواز کی طرف مُتَوَجّہ (دھیان دینے والا) نہ ہو۔

حضرت دَاتَا عَلی ہُجوِیرِی قُدّسَ سرُّہٗ کَشْفُ الْمَحْجُوب میں لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ وَحدَت (یکسوئی) محض تَنہَارہ کر زندگی گزارنے کو کہتے ہیں تو اُس کا یہ خَیال غَلط ہے، اِس لیے کہ جب تک شَیطان دِل پر مُسَلَّط (قابض) رہتا ہے اور نَفس اُس پر حُکومَت (غلبہ) کرتا ہے اور دُنیا و عُقبٰی (آخرت) کا فکر اُس کو دَامَن گِیر (چمٹا ہوا) رہتا ہے، اُس وقت تک وَحدَت کا حاصل ہونا محال (ناممکن) ہے، اگرچہ بَظَاہِر لوگوں سے عَلیحدَہ بھی رہے۔ کسی چیز کو آنکھ سے دیکھ کر دِل خوش کرنا یا اُس کا محض خَیال کر کے خوش ہونا دونوں برابر ہیں، دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ اَلبَتّہ اگر کوئی حَقِیقَتًا وَحِید (یکسو) ہو گا تو مَخلُوق کے ملنے سے اُس کو کوئی ضَرَر (نقصان) نہ پہنچے گا اور ملنا اُس کا وَحدَت میں مُزَاحِم (رکاوٹ) نہ ہو گا۔

رِسَالَہ نَاطِقہ میں لکھا ہے کہ جب مُبتَدِی (ابتدائی سالک) خَلوَت اِختِیَار کرنا چاہے (تنہائی اپنانا چاہے) تو جُملہ (تمام) مَخلُوق سے مُنہ پھیر لے، بلکہ تمام پَسَندِیدَہ چیزوں حتیٰ کہ بِیوِی، بچّوں، مَال و مَتَاع (سامانِ دنیا) سب کو خَیر بَاد کہے، اور شروع میں تَرکِ وَطَن کرے (گھر چھوڑ دے) اور کینہ رِشتَہ وَالوں سے دُور چلا جائے، تو یَقِین ہے کہ خَلوَت دَر اَنجُمَن (مجمع میں باطنی تنہائی) اُس کو حاصل ہو جائے، اور مَجَاز (ظاہر) میں حقیقت (باطن) نظر آنے لگے، اور وہ خُدَا سے نَزدِیک ہو جائے۔

کسی بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے یہ مرتبہ کیونکر (کیسے) حاصل کیا؟ فرمایا: خلوت در انجمن سے۔

از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ وش***این چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں[5]

لیکن یہ جب ہی حاصل ہو سکتی ہے کہ جب آدمی صَاحِبِ دِل (اہلِ دل) ہو اور خُدَا کے ذِکر سے مَانُوس (الفت یافتہ) ہو کر غَیرِ خُدَا (مخلوق) کا خَیال اُس کے دِل سے مَحو ہو (مٹ) جائے، اور وہ بَظَاہِر مَخلُوق سے مَشغُول (مصروف) اور بَاطِن میں حَقّ سے مصرُوف (متوجہ) ہو۔ حضرت مولانا جامی قُدّسَ سرُّہٗ فرماتے ہیں:

دِل و جَانَم بِتُو مَشغُول وَ نَظَر دَر چپ و رَاسْت*** تَا نگویند رقیبان کہ تُو مَنظُورِ مَنِی[6]

جو کَشْفُ الْمَحْجُوب میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب خُدَا سے تَعَلُّق (رابطہ) پیدا ہو جاتا ہے تو مَخلُوق سے خُود بَخُود قَطعِ تَعَلُّق (رشتہ ٹوٹ جانا) ہو جاتا ہے، اور لوگوں کی صُحبَت (سنگت) اُن کے حَقّ سے تَعَلُّقَات میں خَارِج (نقصان دینے والی) نہیں ہوتی۔ اور جن کو لوگوں کی مَحبَّت دَامَن گِیر (چمٹی ہوئی) ہو گی، حَقّ کی مَحبَّت اُن کے

---

(5) یعنی باطن (دل) کے اندر سے (حق کا) آشنا ہو جا اور ظاہر سے (دنیا سے) بیگانہ رہ؛ ایسی خوبصورت روش (طرزِ زندگی) دنیا کے اندر بہت کم ہوتی ہے۔ (ن اُویسی)

(6) یعنی "میرا دل اور میری جان تو تیری یاد میں مشغول ہیں، لیکن میری نظر (ظاہری طور پر) دائیں بائیں ہے تاکہ رقیب (دنیا والے) یہ نہ کہہ سکیں کہ تو ہی میرا مطلوب و مقصود ہے۔" (ن اُویسی)

دِلوں میں کہاں سَما سکتی ہے؟ایسے شخص حَقّ سے قَطعًا(یقیناً) بے خبر رہتے ہیں۔اور :لِأَنَّ الْوَحْدَةَ صِفَةُ عَبْدٍ صَادِقٍ سَمِعَ یعنی وحدت اُس سچے بندے کا حال ہے جس نے سنا:لَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ (الزمر:۳۶)یعنی کیا اپنے بندے کے لیے خدا کافی نہیں ہے؟

☆--گلزار جلالی میں لکھا ہے کہ حدیث :تَفَقَّهُوا وَاعْتَزِلُوا،یعنی "دانائی(علم) سیکھو اور تنہائی(گوشہ نشینی) اختیار کرو۔"اس میں دل جَمعی(یکسوئی) کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ جب دل یادِ حق سے مستحکم(مضبوط) و مضبوط(قوی) ہو جاتا ہے اور اُس کی حالت ایک جگہ قائم ہو جاتی ہے، تو سالک کا درجہ بُلند(اونچا) ہو جاتا ہے اور اُس کا ظاہر و باطن یکساں(برابر) ہو جاتا ہے۔ایسی حالت میں سالک کو ملنے میں کوئی نقصان نہیں پہونچتا۔

☆--بحرُ السَّعادَت میں لکھا ہے کہ مُخلِصین(خلوص والے) کی عُزلت(تنہائی) اختیار کرنے کے تین طریقے۔

(۱)اوّل یہ کہ لوگوں سے بظاہر لِباس(کپڑے) و مَعاش(رہن سہن) میں ملتا جُلتا رہے،اور باطن میں اَہلِ طریقت(سلوک والوں) کے نقشِ قدم پر چلے،اور اَنبیاء علیہمُ السَّلام کی پیروی کرے،اور لوگوں سے اپنی اصلی حالت کو چھپائے۔

(۲) دوسرا یہ کہ لوگوں میں رہے اور اپنے نفس کو رِیاضت(مشقِ نفس) میں گزارے،اور جائز نَصیحتوں(بھلی باتوں) اور وَعظوں(نصیحتوں) سے لوگوں کو اپنی طرف سے مُتَنفِر(دور) کرے،اور منحوس دنیا پرست مخلوق کو ٹھوکر مارتا رہے،تاکہ ان کے اِختلاط(میل جول) کے شر سے محفوظ رہے۔

(۳) تیسرا یہ کہ ایسی تنہائی اختیار کرے کہ لوگوں کی صُحبت(ہم نشینی) سے نہ بھاگے۔البتہ بظاہر تنہائی اختیار کرے،اور جب مکان سے باہر آئے تو لوگوں کی باتیں سُنے۔لوگ اس کے پاس آئیں،ان سے مل کر خوش ہو،تو یہ قطعی رِیاکاری(دکھاوا) ہو جائے،اور اس سے شُہرت(نام ونمود) ہو گی،کچھ روحانی فائدہ نہ ہو گا،بلکہ نفس موٹا ہو گا۔مولانا جامی قدس سرّہٗ سِلسِلَةُ الذَّهَب میں فرماتے ہیں کہ عُزلت(تنہائی) کی رُو سے دو اقسام ہیں:

(۱) عُزلتِ مریدان(سالکوں کی تنہائی) (۲) عُزلتِ مُحقّقان(عارفوں کی تنہائی)

(۱) عُزلتِ مُریدان: اس کو کہتے ہیں کہ اپنے آپ کو لوگوں کے اِختلاط(میل جول) سے بچائے،یعنی سب سے الگ تھلگ رہے،گھر کا دروازہ اَہلِ دنیا(دنیادار لوگوں) کے واسطے بند کر دے اور اپنے واسطے اس میں ایک گوشہ پسند کرے۔

(۱)پاؤں رگڑ رگڑ کر نہ چلے۔

(۲)فضول باتیں نہ کیا کرے۔

(۳)دوسروں کی باتوں میں دخل نہ دیا کرے۔

(۴)دنیاداروں کی ملاقات کے لیے قدم نہ اٹھائے۔

(۵)ان کے فائدہ کو نقصان اور ان کے بخل کو سَخاوت(فیاضی) سمجھے۔

(۲) عُزلتِ مُحقّقان: اس کو کہتے ہیں کہ سالک ہوش و حواس کھو دے اور دل و جان کو دونوں جہان کے فکروں(سوچوں) سے خالی کر دے

ے عزلتِ ہوش آنکه غیرِ خدا***در حریمِ دولت نیایدجا

ورکنی اندک اندک این پیشه***از ہمه تا شوئ یک اندیشه

چوں یک اندیش گیت پیشه بود***دولتِ گه گہت ہمیشه بود

ہرچہ بند تو بندگی گردد***بندگی جملہ زندگی گردد

بے نشاں بندہ شوی احدی***جاں فشاں زندہ شوی ابدی

سررشتۂ دولت اے برادر بکف آر***دیں عمر گرامی بخسارت مگذار

دائم ہمہ جایا ہمہ کس درہمہ کار***میدار نہفتہ چشم دل جانب یار[7]

(3)خاموشی درسُخَن

اس کا مطلب یہ ہے کہ سالک اپنی زبان کو فضول گوئی(باتوں) سے بند رکھے اور دل کو بادشاہِ دو جہان(خدا) کی یاد میں گویا(جاری) رکھے۔ جیسا کہ مولانا جامی قدس سرّہٗنَفحاتُ الانس میں تحریر فرماتے ہیں:اِذَا سَکَتَ اللِّسَانُ عَنْ فُضُولِ الْکَلَامِ نَطَقَ الْقَلْبُ بِذِکْرِ اللہ سُبْحَانَہٗ

یعنی جب زبان فضول گوئی سے خاموش ہو جاتی ہے وتو دل ذکرِ حق میں گویا ہو جاتا ہے۔

☆۔۔اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ دل کو خَطرات(دل کے وسوسے)اور خواہشاتِ نَفسانی(نفس کی چاہتوں) سے پاک رکھے، شُہودِ حق(اللہ کی حضوری)میں مُستَغرَق(مصروف) رکھے، اگرچہ بظاہر لوگوں سے صحبت وملاقات کے وقت باتیں کرتا رہے۔

☆۔۔ مولانا جامی قدس سرّہٗ آگے فرماتے ہیں کہ صحبت(ہم نشینی) کی دو اقسام ہیں:

(۱)اوّل فضول گوئی سے زبان کو خاموش رکھنا۔

(۲)خَطرات(دل کے وسوسوں)وخواہشاتِ نفس(نفس کی چاہتوں)سے دل کو خاموش رکھنا۔

☆۔۔ جس کی زبان خاموش اور دل گویا ہوگا، اس کے گناہ ہلکے ہوں گے، اور جس کی زبان ودل دونوں خاموش ہوں گے، اس پر اَسرار(راز)اور تَجَلّیاتِ اِلٰہی وارد(نازل)ہوں گی، لیکن جس کا دل اور زبان دونوں گویا ہوں گے، وہ مغلوب اور مُسَخَّرِ شَیطان(شیطان کے قابو میں کیا ہوا/تابع بنایا ہوا)ہوگا۔(نَعُوذُ بِاللہِ مِنْ ذٰلِكَ)

☆۔۔ جس شخص کا دل خاموش اور زبان گویا ہوتی ہے مگر حکمت(دانائی) کے ساتھ، تو دل کے خاموش رہنے میں فائدہ ہے، اور اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ظاہر میں لوگوں سے بات چیت کرے اور باطن میں خاموش رہے، کیونکہ باطن کی خاموشی ہی اصل ہے۔ کیونکہ باطن کی خاموشی کے ساتھ مخلوق سے کلام کرنا حضورِ حق(اللہ کی بارگاہ) میں خارج نہیں ہو سکتا۔

سب سے اچھے وہی لوگ ہیں جو بظاہر لوگوں سے باتیں کریں مگر باطن میں خاموش رہیں، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ظاہری زبان سے لوگوں سے بولتا رہے اور باطنی زبان سے ذکرِ حق میں مشغول رہے۔

---

(7) یعنی ہوش کی تنہائی(باطنی عزلت) یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا، دل کی شاہی بارگاہ(حریمِ دولت) میں جگہ نہ پائے۔ اور اگر تم آہستہ آہستہ اس(ذکر ویکسوئی کے) طریقے کو اپنا پیشہ(عادت) بنالو، تو تم تمام (دنیاوی خیالات) سے کٹ کر صرف ایک ہی فکر(فکرِ خدا) کے ہو جاؤ گے۔ جب ایک ہی فکر(اللہ کی یاد) تمہارا مستقل شیوہ بن جائے گا، تو جو باطنی دولت تمہیں کبھی کبھی ملتی تھی، وہ ہمیشہ کے لیے تمہاری ہو جائے گی۔(اس مقام پر) تمہاری جو بھی قید(بندگی کی پابندی) ہے وہ حقیقی بندگی بن جائے گی، اور یہ بندگی تمہاری پوری زندگی کا اثاثہ بن جائے گی۔ تم(دنیا کی نظروں میں) بے نشان ہو کر اللہ کے سچے بندے بن جاؤ گے، اور اپنی جان نچھاور کر کے ابدی طور پر زندہ ہو جاؤ گے۔ اے بھائی! اس باطنی دولت کا سرا(راستہ) اپنے ہاتھ میں لے لے، اور اس قیمتی عمر کو نقصان(غفلت) میں مت گنوا۔ ہمیشہ، ہر جگہ، ہر شخص کے ساتھ اور ہر کام کے دوران، اپنے دل کی آنکھ کو پوشیدہ طور پر اپنے یار(اللہ تعالیٰ) کی طرف لگائے رکھ۔(ن اُویسی)

لَمعات اور شرحِ لَمعات میں لکھا ہے کہ حضرت جنید بغدادی قدس سرّہٗ فرمایا کرتے تھے کہ میں سالہا سال سے حق سے باتیں (ذکرِ الٰہی) کرتا ہوں مگر لوگ سمجھتے ہیں کہ میں ان سے مخاطب ہوتا (باتیں کرتا) ہوں۔ مجمعِ عام میں آپ بولتے تھے مگر لوگ یہی سمجھتے تھے کہ ان سے بولتے تھے، لوگوں کو دیکھتے تھے اور یہی سمجھتے تھے کہ ان ہی کو دیکھ رہے ہیں، حالانکہ وہ بولتے بھی حق سے تھے اور دیکھتے بھی حق ہی کو تھے، اور حقیقت تو یہ ہے کہ جنید بغدادی قدس سرّہٗ نہیں بولتے تھے بلکہ خدا ہی بولتا تھا اور خدا ہی سنتا تھا۔

☆--سَمِعَ مُوسَى صَلَوَاتُ الله عَلَى نَبِيِّنَا وَعَلَيْهِ، اسی نے سنا جس نے شجر (درخت) کی زبان سے کہا: إِنِّي أَنَا اللهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ-

ے خود میگوید و از خودمی شنود***ازما و شما بہانه برساخته است[8]

"مجال ہی نہیں کہ نظر کو قدم سے اٹھاؤں اور اس کے سوا کسی کو دیکھوں، اسی لیے تجھ کو بھی نہیں پہچانا۔"

(4) نظر بر قدم

مولانا جامی قدس سِرُّہٗ لوائح (ضوابط) کے تیسرے لائحہ (ضابطہ) میں تحریر فرماتے ہیں کہ خدا کو ہر جگہ اور ہر حال میں ظاہر و باطن، حاضر و ناظر جانے، اور اس کی لِقاء (دید) سے آنکھ اٹھانے میں خسارہ (نقصان) اور اس کی رضا سے پھرنے میں نقصان جانے۔

ے آمد سحر آن دلبرِ خونیں جگراں***گفت اے زتو برخاطرِ من بارِ گراں

شرمت بادا که من بسویت نگراں ***باشم تو نہی چشم بسوئے دِ گراں[9]

☆-- اور حق کے مشاہدے میں اس طرح مُستَغرق (غرق) رہے کہ اس کی نظریں مُتواضع (عاجز) اور باادب شخص کی طرح اپنے پاؤں کی طرف جھکی رہے، ادھر اُدھر، دائیں بائیں نہ دیکھے، اور غیروں کی طرف التفات (توجہ) نہ کرے۔

حکایت: حضرت حبیب عجمی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس ایک لوٹڈی (خدمتگار) تھی۔ ایک روز آپ نے اسے یہ کہہ کر پکارا": اے مستورہ (پردہ نشین)"! لونڈی نے جواب میں عرض کیا: "میں تو آپ کی لونڈی ہوں، مستورہ نہیں ہوں۔" آپ نے فرمایا": مجھے تیس (۳۰) سال سے یہ مجال ہی نہیں کہ نظر کو قدم سے اٹھاؤں اور اس کے سوا کسی کو دیکھوں، اسی لیے تجھ کو بھی نہیں پہچانا۔"

فائدہ: یہاں قدم سے مراد قدمِ ظاہر ہیں، لیکن طریقت کے راستہ میں باطن کے قدم کی نگہداشت اور حفاظت کرنے کو کہتے ہیں، اس لیے کہ سالک کا معاملہ اور اس کے سلوک کا قدم صراطِ مستقیم کی حد اور راہِ حق کے احاطہ سے لڑکھڑا کر باہر نہ آجائے۔

☆-- حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی نے اسی مضمون کو اس طرح لکھا ہے کہ سالک کو چاہیے کہ ہر قدم پر اور ہر دم (ہر وقت، ہر لمحہ) ہوشیار (چوکنا، محتاط) رہے۔ راستہ کو دیکھتا رہے، اور نظر قدم پر رکھے، اور اس بات سے باخبر (آگاہ) رہے کہ قدم کہاں پڑتا ہے اور کس طرف جاتا ہے، اور کس رفتار سے جاتا ہے، آیا کسی غیر جگہ (غلط مقام) تو نہیں پڑتا، اور ایسا نہ ہو کہ کسی کنوئیں (گہرا گڑھا، خطرناک جگہ) وغیرہ میں جا پڑے، کیونکہ اگر ایسا ہو، یعنی غیر راستہ (غلط راستہ) میں پڑ گیا یا کنویں میں گر گیا، تو وہاں سے آنا اور منزلِ مقصود تک پہنچنا دشوار (مشکل) ہوگا۔

---

(8) یعنی وہ (اللہ تعالیٰ) خود ہی کہتا ہے اور خود ہی سنتا ہے، ہم اور تم تو بس ایک بہانہ (ظاہری وسیلہ) بنائے گئے ہیں۔ (ط۔ ضیائی)

(9) یعنی ☆ سحر کے وقت وہ جگر کو خون کرنے والا (درد دینے والا مگر محبوب) دلبر آیا، اور بولا: اے شخص! تُو میرے دل پر ایک بھاری بوجھ بنا ہوا ہے۔

☆ تجھے شرم آنی چاہیے کہ میں تو تیری طرف متوجہ رہتا ہوں، مگر تُو اپنی نگاہ کسی اور طرف لگائے بیٹھا ہے۔ (ط۔ ضیائی)

☆۔۔ حضرت شیخ بخشی رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ نے بھی سَلَکُ السُّلُوک میں تحریر فرمایاہے کہ سالک کواپنے جامہ(لباس) کے موافق دعویٰ(عمل،ظاہر) کرنے چاہیے،

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایاہے: وَيْلٌ لِمَنْ لَبِسَ الصُّوفَ وَخَالَفَ قَوْلُهُ فِعْلَهُ

ترجمہ:اس شخص کے لیے ہلاکت ہے جو صوف(اون) کالباس پہنےاوراس کا فعل(عمل) اس کے قول(بات،دعویٰ) کے خلاف ہو۔

یعنی اگر کوئی شخص قبا پہن کر کمبل پوشوں کے کام کرے تو وہ قابلِ تحسین(تعریف کے لائق) ہوگا، لیکن اگر کمبل پوش ہو کر قبا پوشوں کے کام کرے تو ایسا شخص قابلِ نفرت(ناپسندیدہ)اور مذمت ہوگا۔

☆۔۔حضرت اصمعی رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ کعبہ شریف کے راستے میں مجھ سے ایک شخص ناراض ہوگیا۔جب میں منزلِ مقصود پر پہنچا تو دیکھتا ہوں کہ وہی شخص کعبہ شریف کا حلقہ پکڑے ہوئے کہ رہا ہے":اے بارِ خدایا!اصمعی کو بخش دے۔"میں نے کہا:"مجھ سے تمہیں تکلیف پہنچی تھی،میرے واسطے پھر دعا کیسی؟"کہنے لگے:"اے خواجہ!انسان کواپنے حال کے مطابق کام کرنا چاہیے۔جو تیرا کام ہے تو کر،میرے والد نے میرا نام محسن رکھا ہے،لہذا مجھے اپنے نام کے مطابق کام کرنا چاہیے۔"

نخشی ہم بنام غرہ مشو***مگس نوش کار نیش کند

مرد کامل کسے بود کہ بہ دہر***کار در خورِ نام خویش کند[10]

☆۔۔اور کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ ہے

خس و خار سے کہ زراہ وگراں برداری***دردل خاک تر اباغ و بہارے روید[11]

☆۔۔ نظر بر قدم کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ سالک جب کسی راستے میں قدم رکھے تو نظر قدم پر رکھے اور چشمِ باطن(باطنی نظر) سے ذرہ بھر بھی غیر کی طرف التفات(توجہ) نہ کرے، کیونکہ اگر کسی غیر سے کچھ بھی تعلق ہوگیا تو اس کا سلوک(روحانی عمل) رُک جائے گا۔خواہ خالق کی بارگاہ میں اس کو دونوں جہان کی کرامات اور مقامات(روحانی درجے) حاصل ہوں،سب اس کے راستہ میں حجاب(رکاوٹیں،پردے) ہو جائیں گے۔

☆۔۔شرح تعرف میں لکھا ہے کہ اس راستہ(روحانی سفر) کے بہت سے اٹکاوے(رکاوٹیں،مشکلات) ہیں،اوران اٹکاووں میں سے ایک اٹکاوہ کرامت بھی ہے۔

ترا ہر چہ مشغول دارد زِدوست***گر انصاف پرسی دلار اُمت اوست[12]

☆۔۔نفحات الانس میں مولانا جامی قدس سرُّہ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری قدس سرُّہ فرمایا کرتے تھے کہ چالیس(۴۰) سال تک بہشت (جنت) کواور بہشت کی جملہ(تمام) نعمتوں کو میرے آگے(سامنے) پیش کیا گیا،مگر میں نے آنکھ اٹھا کر بھی اس کی طرف نہ دیکھا۔

---

(10) یعنی☆ کسی نام وشہرت پر غرور نہ کر،مکھی بظاہر شہد پر بیٹھتی ہے مگر کام ڈنک مارنے والا کرتی ہے۔یعنی ظاہر میٹھا ہو،باطن نقصان دہ بھی ہو سکتا ہے کامل انسان وہ ہے جو اس دنیا میں ایسے کام کرے جو اس کے (اچھے) نام کے لائق ہوں۔(ط۔ضیائی)

(11) یعنی☆ اگر تُو دوسروں کی راہ سے کانٹے اور کچرا ہٹادے،تو تیری اپنی مٹی(دل/زندگی) میں باغ اور بہار اُگ آئے گی۔(ط۔ضیائی)

(12) یعنی☆ جو بھی چیز تجھے دوستِ حقیقی(اللہ) سے غافل کردے،اگر انصاف سے دیکھو تو وہ دراصل اس(محبوب) کے دل کو دکھانے والی(یعنی اُسے ناراض کرنے والی) ہے۔(ط۔ضیائی)

☆۔۔ شیخ الاسلام کا قول ہے کہ حق (اللہ) کی حضوری میں رہتے ہوئے غیر حق (اللہ کے سوا کسی چیز) کو دیکھنا شرک (اللہ کے سوا کسی کی محبت یا رغبت) ہے، جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ سے فرمایا: مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰی (النجم:۱۷) یعنی نظر (رسول ﷺ) نے دوسری نگاہ بھی نہ کی، دائیں بائیں جانب بھی نہ دیکھا، اور جو حد دیکھنے کے واسطے مقرر کی گئی تھی، اس سے آگے نظر نہ بڑھائی۔ اور فرمایا: وَقُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ (الانعام:۹۱) یعنی اور کہو: "اللہ" اور چھوڑ دو انہیں۔

☆۔۔ نظر بر قدم کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ سالک نظر کو قدم پر رکھ کر (ہر حرکت میں محتاط اور ہوشیار رہ کر) کوشش کرے کہ ہر قدم پہلے قدم سے پہلے (منصوبہ بندی کے مطابق اور ترتیب سے) پڑے۔ یوں ہونا چاہیے کہ وہ اس راستہ (روحانی سفر) کا مدّعی (دعویدار، جو دعویٰ کرے کہ میں اس راستہ پر ہوں) ہو اور اُس راستہ پر قدم رکھتا ہو، لیکن بعد میں اس راستہ سے ایک قدم پیچھے نہ رہ جائے (سبق اور حرکت میں پیچھے نہ ہٹے)۔

☆۔۔ شرح تعرف میں لکھا ہے کہ اگر سالک اس راستہ کا مدّعی ہو اور اس راستہ میں قدم رکھتا ہو لیکن بعد میں دعوی سے پھر جائے اور اُس راستہ سے اپنا قدم ہٹائے تو اس کا حشر زانیوں، لوطیوں اور شرابیوں سے بھی زیادہ بدتر ہوگا۔

☆۔۔ مولانا علی ابن ملا حسین واعظ کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رشحات میں تحریر فرمایا ہے کہ نظر بر قدم سے مراد یہ ہے کہ سالک کی نظر چلتے پھرتے شہر و صحراء (شہری اور صحرا کے راستے، ہر جگہ) میں اس کے قدم پر رہنی چاہئے تاکہ نظر پراگندہ (خراب) نہ ہو اور کسی نادیدنی (ناقابل دید) سے نہ الجھے۔ سالک کی نظر کو چاہیے کہ وہ اشارہ میں ہستی کی رفتار کی تمام منزلیں (مقامات، درجات) اور درخودپرستی کی جملہ دشوار گزار گھاٹیاں (مشکل راستے) طے کرے۔ یعنی جہاں تک اس کی نظر پہونچے، وہاں تک اس کا قدم بھی پہنچے۔

☆۔۔ حضرت ابو محمد رویم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول میں: " أَدَبُ الْمُسَافِرِ لَا يَتَجَاوَزُ هِمَّةَ قَدَمِهِ"

یعنی مسافر کا ادب اس کے قدم کی ہمت سے زیادہ تجاوز نہیں کرتا۔ اس میں بھی اسی مطلب کی طرف اشارہ ہے۔

☆۔۔ حضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ تحفۃ الاحرار میں اسی مضمون کو اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

کم زده بے ہمدمے ہوش دم***وزنگذشته اش نظرش از قدم

بسکه زِ خود کرده بسُرعت سفر***بازنمانده قدمش از نظر[13]

نیز نظر بر قدم سے یہ بھی مفہوم (مراد) لیا جاتا ہے کہ سالک اپنے شیخ کے قدم پر چلے اور اس کی پیروی و متابعت (تابعیت، پیروی) کرے اور پھر اس بات میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ (الانعام:۹۰) یعنی پہلے پیغمبر وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو راستہ بتایا، پس اس کی ہدایت کی پیروی کرو۔ اس آیت شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرید کو اپنے شیخ کی پیروی کرنے سے چارہ نہیں بلکہ اس کے لئے ضروری اور لازمی ہے کہ وہ اپنے پیر و مرشد کے نقشِ قدم پر چلے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود نبی کریم ﷺ کو پہلے پیغمبروں کی پیروی کرنے کے واسطے یہ حکم فرمایا۔

---

(13) یعنی☆ وہ (سالک) ایسا ہے کہ سانس کی ہوشیاری میں کسی کا ہم دم نہیں، اور اس کی نظر اپنے قدم سے بھی آگے نہیں گزرتی۔ (یعنی ہر دم بیدار، اور پوری توجہ اپنے حال اور راہ پر) اس نے اپنے نفس (خود پسندی) سے اتنی تیزی سے سفر کیا ہے کہ اس کا قدم کبھی اپنی نظر سے اوجھل نہیں ہوتا۔۔ (ط۔ ضیائی)

☆۔۔صاحب تفسیر دیلمی نے بھی اس آیت شریفہ کی تفسیر میں یہی بیان کیا ہے۔ بہر حال، نظر بر قدم کے معنی یہ ہیں کہ سالک کا راہِ سلوک میں مطمعِ نظر (مرکزِ توجہ) اپنے شیخ کے قدم بہ قدم چلنا اور اس کے ظاہری و باطنی اقوال و افعال (باتوں اور اعمال) کی پیروی کرنا، ہونا چاہیے، کیونکہ ایسا کرنے سے وہ اپنے شیخ کے مرتبہ (درجہ، مقام) تک پہنچے گا۔ سگِ اصحاب کہف روزے چند***پے نیکاں گرفت و مردم شد[14]

اصحابِ کہف کا قصہ قرآن مجید میں موجود ہے اور بہت مشہور ہے کہ ان کے ساتھ ایک کتا بھی ہو لیا تھا چونکہ اصحابِ کہف اولیاءاللہ میں سے تھے، کتے نے اُن کا ساتھ دیا اور اُنکے قدم بہ قدم اُن کے پیچھے پیچھے رہا۔ اس لئے اُس کتے کو بھی مرتبہ اعلیٰ ملا اور اس کا حشر بھی ان ہی حضرات کے ساتھ ہو گا۔

☆۔۔پیر ہری قدس سرّہٗ فرماتے ہیں: "جب کتے بھی دوست ہیں اور کتے کو بھی دیدار سے محروم نہ رکھیں گے تو پھر انسان اُس کے فضل سے کیوں ناامید ہو۔ "یعنی اگر خدا کی مخلوق میں چھوٹے اور کم حیثیت والے جانور بھی اپنے رب کے فضل سے محروم نہیں رہتے، تو انسان جو صاحبِ عقل اور معرفت ہے، کیوں خدا کے فضل سے ناامید ہو؟

شیخ عبدالحق محدّث دہلوی فرماتے ہیں: اپنے رسائل و مکاتیب میں کہ جو شخص کسی کے قدم پر قدم رکھتا ہے (پیروی کرتا ہے)، یقیناوہ اسی شخص کے مرتبہ (درجہ، مقام) تک پہنچ جاتا ہے، اگرچہ وہ مقام کتنا ہی بلند اور اعلیٰ کیوں نہ ہو۔ اور وہ شخص اپنے مقام میں فرد و یگانہ (انفرادی اور اعلیٰ) کیوں نہ ہو، یعنی کوئی دوسرا اُس کے مقام کا مقابل نہ ہو، کیونکہ اس مقام کا حلقہ بڑا وسیع ہوتا ہے۔ اسی لیے جو نور (الٰہی تجلی) اس پر ظاہر ہوتا ہے اور جو فیض (رحمت و برکت) اسے پہنچتا ہے، اس کا اثر اور نور دیگر لوگوں پر بھی پڑتا ہے، بالخصوص اُن لوگوں پر جو اُس سے محبت رکھتے ہیں اور ساتھ رہتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے: "المرءمع من احب" یعنی انسان اُس کے ساتھ ہے جس سے محبت رکھتا ہے، اثر اور فیض باہر سے اندر تک پہنچتا ہے، اگرچہ باہر کی طرف جدائی ہو۔

(5) ہوش دردم

☆۔۔یہ اصطلاحاتِ نقشبندیہ میں ہیں، اور مطلب یہ ہے کہ کوئی دَم (سانس) خدا سے غافل نہ ہو۔ دَم کی حفاظت کرنے کا نام ہوش در دَم ہے۔ اور سانس کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ سانس حق ہی میں نکلے اور اس کی حضوری (حاضری، توجہ) کے بغیر نہ نکلے۔

☆۔۔سالک کو چاہیے کہ اس شُغل (عملِ ذکر) کی مُداوَمت (ہمیشگی، پابندی) کرے، اور ہر گھڑی ـــــ اُٹھتے، بیٹھتے، چلتے، پھرتے، کھاتے، پیتے، سنتے، بولتے، سوتے اور جاگتے ـــــ غرضیکہ جملہ (تمام) حرکات و سکنات (چلنے پھرنے اور ٹھہرنے کے تمام احوال) میں اسی شُغل میں محصور (گھرا ہوا، مشغول) رہے، اور کسی حال میں اس سے غافل (بے خبر) نہ ہو، تاکہ وقت بیکار (ضائع) نہ جائے اور نفس پر پورا پورا قابو (کنٹرول) حاصل ہو جائے۔

سررشته دولت اے برادر بکف آر***دیں عمرِ گرامی بخسارت مگذار

دائم ہمہ جا با ہمہ کس درہمہ کار***میدار نہفتہ چشم جانبِ یار[15]

سلسلة الذهب میں مولانا جامی قدس سرہ اس طرح فرماتے ہیں:

---

(14) یعنی☆ اصحابِ کہف کا کتا چند دن نیک لوگوں کے ساتھ رہا، ان کے نقشِ قدم پر چلا، اور (شرف پاکر) قابلِ ذکر ہو گیا۔ (ط۔ ضیائی)

(15) یعنی☆ اے بھائی! اس روحانی دولت کی ڈور اپنے ہاتھ میں لے لو۔ اس قیمتی زندگی کو گھاٹے اور ضیاع میں مت ڈالو۔ ہمیشہ، ہر جگہ، ہر شخص کے ساتھ اور ہر کام میں اپنے دل کی آنکھ چھپے طور پر محبوبِ حقیقی (اللہ) کی طرف رکھو۔ (ط۔ ضیائی)

ے سرِ مقصود در مُر اقبه کن***نقد اوقات را محاسبه کُن

باش در ہر نفس زاہلِ شعور*** که بغفلت گذشت یا بحضور

در ہمه شغل باش و اقف دل*** تانه گردد زِشغل دل غافل

بگسلی خویش از ہوا و ہوس*** روئے او در خدائی داری وبس[16]

☆۔۔ شیخ عماُدالدین رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ نے شرحِ لوائح شریف میں لکھا ہے کہ بعض بزرگوں کا خیال ہے کہ کام کی بنیاد نفس پر ہے۔اس لیے ایک بیش قیمت جوہر (نہایت قیمتی خزانہ) ہوتا ہے، جس کی قیمت اس کا عطا کرنے والا (اللہ تعالیٰ) ہی جانتا ہے۔ لہٰذا اگر غفلت سے اس بیش بہا جوہر (انمول دولت) کو ہاتھ سے جانے دیا، تو پھر ساری عمر بھی اس کی طلب میں گزار دے، تب بھی دوبارہ یہ ہاتھ نہ آئے گا۔اور عزیم لا یقضي دینه (ارادہ کرنے والا اپنا قرض پورا (ادا) نہیں کرتا۔) میں اس قسم کے سالک کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔اہلِ طریقت اس کو پاسِ اَنفاس (سانسوں کی نگہداشت، ہر سانس کی حفاظت) بھی کہتے ہیں:

ے اے دوست اگر فنائے خود میخواہی***این است نجاتِ نفس اگر آگاہی

دل حاضرِ یار دار و یک چشم زدن***غافل مشو از رابطه آگاہی [17]

☆۔۔ مولانا علی بن حسین واعظ کاشفی رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ کتاب رشحات میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مخدوم مولانا نورالدین عبدالرحمن جامی قدس سرّہٗ نے شرحِ رباعیات کے آخر میں لکھا ہے کہ شیخ نجم الدین کبری رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ کتاب فواتح الجمل میں فرماتے ہیں: جو ذکر حیوانات کے سانسوں سے جاری ہوتا ہے، وہ اُن کے ضروری سانسوں ہی سے ہوتا ہے، کیونکہ سانس کے اندر باہر آنے جانے میں جو حروف پیدا ہوتے ہیں، وہ حق سبحانہٗ کے غیب کی طرف اشارہ کرتے ہیں، خواہ کوئی چاہے یا نہ چاہے۔اسی طرح جو حروف اسمِ اللہ (اللہ کے نام) میں ہیں (جس میں الف لام تعریف کی اور تشدید لام برائے مبالغہ کے ہے) اس لیے طالبِ حق (سالک) کو چاہیے کہ وہ ہوش مند ہو کر، ان حروف کے تلفّظ کے وقت حق سبحانہٗ کی ذاتِ پاک کا لحاظ رکھے، اور خبردار رہے کہ سانس کے اندر باہر آنے کے دوران حضوری (اللہ کی طرف توجہ) میں کوئی قصور یا فُتور (کمی، غفلت) واقع نہ ہو۔ یہاں تک کہ وہ اس مقام تک پہنچ جائے کہ نسبتِ حق بغیر تکلّف کے دل میں قائم رہے، اور پھر چاہے بھی تو دل سے اس نسبت کو دور نہ کر سکے۔

☆۔۔ کتاب گلزارِ جلالی اور مقصودُ الطالبین میں لکھا ہے کہ خدا کو یاد کرنا دائمی فرض (ہمیشہ لازم عبادت) ہے، جو نصوصِ قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ لیکن یہ فرض اس وقت تک ادا نہیں ہو سکتا جب تک سانسوں کی نگہداشت (حفاظت) نہ کی جائے، اور نفس کی پاسداری کے بغیر ذکرِ دوام (ہمیشہ جاری ذکر) حاصل نہیں ہوتا۔اس کی حکمت یہ ہے کہ سانس اندر باہر آتے جاتے وقت تمام اعضاء (جسم کے تمام حصوں) میں گردش کرتا ہے، اور جب ذکرِ حق کی حالت میں سانس اعضاء کی سیر کرتا ہے تو ذکر کی برکت و فیض سے دل اور جمیع اعضاء میں اثرِ حیات پیدا ہو جاتا ہے۔اس وقت طالبِ حق کا دل زندہ ہو جاتا ہے اور انوارِ ربانی (الٰہی نور)

---

(16) یعنی☆اپنے مقصد (اللہ کی قربت) پر دل لگاؤ اور مراقبہ میں رہو۔اپنے وقت کا حساب لگاؤ اور ہر لمحے کی قیمت سمجھو۔ہر سانس میں غافل شعور سے بچو، دیکھو کہ آیا وہ غفلت میں گزر گیا یا حضور (اللہ کی یاد) میں۔ہر کام میں دل کو باخبر رکھو، ورنہ دل کام میں غافل ہو جائے گا۔اپنے نفس، خواہشات اور ہوس سے آزاد رہو، اور اپنا رخ صرف اللہ کی طرف رکھو، یہی کافی ہے۔۔(ط۔ضیائی)

(17) یعنی☆اے دوست! اگر تم اپنے آپ کو پہچاننا چاہتے ہو، تو یہی خود آگاہی نفس کی نجات ہے۔اپنے دل کو ہر وقت حاضر رکھو، حتیٰ کہ لمحے کے ایک چشم زدن کے لیے بھی۔اور کبھی بھی غافل نہ رہو، اپنے اللہ سے رابطے اور آگاہی میں مستحکم رہو۔ط۔ضیائی)

کی واردات قبول کرنے لگتا ہے،اور موت کی بلا سے رہائی پاجاتا ہے، کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جو سانس یادِ الٰہی کے بغیر آئے وہ مردہ ہے،اور یوں انسان غفلت کی تاریکی سے نکل جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ غافلوں کے بارے میں فرماتا ہے:

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ(الاعراف:۱۷۹)

یعنی یہ کہ جن وانسان دوزخ کے واسطے پیدا ہوئے ہیں؛ان کے دل ہیں مگر بے دانش (سمجھتے نہیں)، آنکھیں ہیں مگر اندھی (دیکھتے نہیں)، کان ہیں مگر بہرے (سنتے نہیں)۔وہ چوپایوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ، کیونکہ اگر چوپائے شریعت کی موافقت نہیں کرتے تو وہ اس کے مکلف نہیں ہیں۔

حیوٰۃِ دل

☆۔۔ یہ کیفیت اُس وقت حاصل ہوتی ہے جب سانسوں کی پاسداری (نگہداشت) میں ہمیشہ اور ہر وقت کوشش کی جائے، یہاں تک کہ یہ نسبت (اللہ سے دل کا تعلق) طبیعت کی مطیع (تابع) ہو جائے، بلکہ خود طبیعت بن جائے۔اور دیکھنے اور سننے کی طرح ذکر کا جوہر (اصل اثر) دل میں قرار پکڑ لے،اور حق آگاہی (اللہ کی معرفت) اور حضوری (دل کی حاضری) کا ملکہ (پختہ عادت) پیدا ہو جائے۔ کیونکہ اس وقت حقیقی توحید اور اسلام کی حقیقت اپنے چہرے سے نقاب (پردہ) اٹھا دیتی ہے،اور آخرت کے تمام خوف اور سختیاں جاتی رہتی (دور ہو جاتی) ہیں۔جب موت کے وقت ملک الموت (فرشتۂ موت) حاضر ہوتے ہیں اور سکرات (جان کنی کی کیفیات) کی سختیاں ظاہر ہونے لگتی ہیں، تو اس وقت مرنے والا، اگرچہ علمِ اولین و آخرین (بہت بڑا عالم) بھی ہو، تب بھی تمام حجتیں اور دلیلیں بھول جاتا ہے،اور اس کی لوحِ مُدرِکہ (سمجھنے کی قوت) سے تمام معلومات محو کر دی (مٹا دی) جاتی ہیں۔ لیکن ایسے وقت میں اگر کوئی چیز مفید ہو سکتی ہے تو وہ صرف ذکرِ حق کا جوہر (دل میں جما ہوا ذکر)، زندگیِ دل (روحانی حیات)، حضوریِ قلب (دل کی حاضری) اور حق آگاہی کا ملکہ ہے۔

☆۔۔ بعض عارفوں (اہلِ معرفت) کا قول (فرمان) ہے کہ جب کسی کو حضوریِ قلب (دل کی مستقل حاضری) کا ملکہ حاصل ہو جاتا ہے اور ذکر کا جوہر (یعنی ذکر کی اصل تاثیر) اس کے دل میں قرار پا جاتا ہے، تو اس کے باوجود موت کے وقت سختی، شدتِ درد اور بیتابیِ دل (اضطراب) کے سبب اس حضوری میں کچھ فتور و خلل (کمزوری، رکاوٹ) واقع ہو جاتا ہے۔ لیکن روح کے بدن سے جدا ہو جانے کے بعد وہی حال دوبارہ اس پر وارد ہو جاتا ہے۔اس لیے اس ملکہ کو پیدا کرنے کی اشد ضرورت (بہت زیادہ ضرورت) ہے۔(منقول از شرحِ مشکوٰۃ، "بکا و خوف" مصنفہ شیخ عبد الحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

(6)زہر نوشی

☆۔۔ صَبر و شکیبائی (تحمّل)، مُصیبتوں و دُشواریوں (سختیوں) اور بلا و جفا (اذیت) کو سہنے کا نام زہر نوشی (زہر پینا) ہے۔

☆۔۔امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب مِنہاجُ العابدین میں تحریر فرماتے ہیں کہ صَبر ایک تلخ (کڑوی) دَوائی کو کہتے ہیں جو نَفس کے واسطے ایک مکروہ (ناپسندیدہ) شَربَت ہے،اس سے فائدے حاصل ہوتے ہیں اور مضرّتیں (نقصانات) دُور ہوتی ہیں،اہلِ دانش (عقل والے) اس کو پینے سے گھِن (نفرت) نہیں کھاتے بلکہ اس کی کڑواہٹ کو بَرداشت کر لیتے ہیں کیونکہ اس کی تھوڑی دیر کی تلخی (کڑواہٹ) کو برداشت کرنے سے ایک سال سے بھی زیادہ عرصہ تک کی بہت سی بیماریاں دور ہو کر آرام کی اُمید ہوتی ہے۔آپ رحمہ اللہ علیہ نے صبر کی چار (۴) اَقسام (قسمیں) بتائی ہیں۔

(۱) طاعت (عبادت) پر صبر۔

(۲) دنیا کی فُضولیات (لغویات) سے صبر۔

(۳) محنت کے کاموں پر صبر۔

(۴) مُصِیبَتوں(آزمائشوں)پر صبر۔

پھر اِن اَقسام کو بیان کر کے آپ رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب طالِب(راہِ حق کا چاہنے والا)اِن چاروں مَقام سے صبر کی تلخیاں(کڑواہٹیں)برداشت کرتا ہوا گزر جاتا ہے تو اس کی طاعت(عبادت)میں اِستِقامت(ثابت قدمی)بے حد اور ثواب و خیر بے شمار حاصل ہو جاتا ہے،وہ گناہوں اور دنیا کی بلاؤں(آفتوں)اور آخرت کے عذاب سے بچ جاتا ہے۔[18]

☆۔۔گلزارِ جلالی میں لکھا ہے کہ محنت و مَشَقَّت کر کے اور رَنج و غَم(دکھ درد)اٹھا کر راحت و آرام کے احساس کو دلوں سے دور کر دینے کو صبر کہتے ہیں۔

☆۔۔جس طرح مرنے کے بعد کوئی حَسرَت(افسوس)و آرزو(خواہش)باقی نہیں رہتی اور ایک جگہ رہتے رہتے دل مر جاتا ہے،اسی طرح نَفْس پر قابو پانے اور اس کی آرزوؤں کو مٹانے کے لئے ضروری ہے کہ نفس کو اس کی پسندیدہ اور محبوب ترین چیزوں سے روکے اور صحیح راستہ پر چلنے کے لئے دل و جان کو پاک صاف رکھے۔

☆۔۔جامعُ العلوم میں بقول حضرتِ مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صبر کی تین(۳)اَقسام لکھی ہیں اور وہ یہ ہیں:

(۱)صَبرِ عام یعنی نَفْس(من)کو ایسی چیزوں سے روکنا جن کا روکنا عام طور پر دُشوار(مشکل)معلوم ہوتا ہو صَبرِ عام کہلاتا ہے۔

(۲)صَبرِ خاص تلخیوں(کڑواہٹوں)کو پی جانا لیکن اس لئے نہیں کہ منہ کڑوا ہو گا صَبرِ خاص کہلاتا ہے۔

(۳)صَبرِ اَخَصُّ الخَاص بلاؤں(آزمائشوں)سے خوش ہونا اور تکلیفوں(دکھوں)سے آرام پانا،جیسے حضرتِ ایوب علیہ السلام کا صبر کرنا۔

☆۔۔زہر نُوشی(زہر پینا)سے مراد وہی صَبرِ اَخَصُّ الخَاص ہے کہ جو رِضا و رَغبت(خوشی و شوق)سے ہو اور اُس صبر کرنے میں لُطف اَندوز(مزہ لینے والا)ہوتا ہو اور اُس کے دل پر ذرا بھی تکلیف(درد)کا اِحساس تک نہ ہو۔

☆۔۔مکتوباتِ شریف میں لکھا ہے کہ ایک دَفعہ امام شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی دَرویش(فقیر)نے کہا:

لَيْسَ بِصادِقٍ فی حُبِّهٖ مَن لَمْ يَصْبِرْ عَلىٰ ضَرْبِهٖ یعنی اُس کی محبت میں سچا جب ہی ہو گا جب اس کی مار پر صبر کرے گا۔

ایک عارِف(اللہ والے)نے سُن کر نَعرہ مارا اور کہا:أَخْطَأْتَ يا فَقِيرُ، بَلْ لَيْسَ بِصادِقٍ مَنْ لَمْ يَتَلَذَّذْ بِضَرْبِهٖ[19]

یعنی اے درویش تو نے غلط کہا بلکہ صحیح یہ ہے کہ اس کی محبت میں کوئی اس وقت تک سچا نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی مار سے لذت حاصل نہ کرے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ۔ او بَر سَرِ قَتْل و مَن برویش حَیْران***کین راندَنِ تیغَش چِه نِکو می آید[20]

یعنی جب عاشق محبوب کے جمال سے مست اور بے خود ہو جاتا ہے بلکہ اس میں فنا ہو جاتا ہے تو اس کو درد اور بلا سے کیوں کر تکلیف محسوس ہو سکتی ہے اس کو تو بلاؤں سے لذت ہی محسوس ہو گی۔

---

(18) (سراج الطالبين على منهاج العابدين إلى جنة رب العالمين للإمام الغزالي، فصل ثم أعلم بعد هذه الجملة ، 2/ 173إلى 174، دار الكتب العلمية ـ بيروت، لبنان، 2018م)

(19) (اللمع في تاريخ التصوف الإسلامي - كرتونيه، كتاب الأحوال والمقالات ، ص48، دار الكتب العلمية ـ بيروت، لبنان، 2016م)

(20) یعنی☆وہ میرے قتل کے درپے ہے اور میں اس بات پہ حیران ہوں کہ اسکی تلوار کی دھار کتنی خوبصورت ہے۔ضیائی)

کہتے ہیں کہ جس دن حضرت رابعہ بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بلائیں (آزمائشیں) نازل نہ ہوتی تھیں، تو آپ دَرگاہِ بے نیاز میں گڑگڑا کر مُناجات (دُعا اور التجا) کرتیں کہ "یاالٰہی! تُو نے روٹی تو مجھے عطا کی مگر اس کے ساتھ لگاؤ (محبت) نہیں دیا۔"

دستار بندی اور جبّہ پوش (لباس والے) دَرویشوں (فقیر) کو اس اوڑھنی پوشاک (حضرت رابعہ بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی خُوراک (غذا) طلبِ بلاء (آزمائش کے مانگنے) سے نصیحت پکڑنی چاہئے، کیونکہ اس کی دَرگاہ میں صُورت (ظاہری شکل) کام نہ آئے گی بلکہ حالت (باطنی کیفیت) دیکھی جائے گی۔ بِغیر منہ بنائے زَہر پینے میں یہ راز ہے کہ بندہ کے لئے بلاکشی (تکلیفوں میں صبر کرنے میں) ہی محبتِ حق کی دلیل ہے۔

شرحِ تعرف میں لکھا ہے کہ محبت کی غذا (خوراک) بلاء ہے۔ جب بلا (مصیبت) کو اُٹھالیا جاتا ہے، محبت کھودیتے ہیں، سب چیزیں راحت (آرام وسکون) سے بقا پاتی ہیں اور بلاء سے نَیست ونابود (ختم وفنا) ہو جاتی ہیں، لیکن محبت بلاء سے راحت پاتی ہے اور راحت سے نَیست ونابود ہوتی ہے۔ اس لئے جب عاشق کو بغیر محبوب کے قَرار (اطمینان وسکون) پکڑنا حرام ہے، تو بلاء کشی ہی اُس کو کامیاب بنا سکتی ہے

ے درد تو دوا شدہ است مارا***خاکِ تو ضیاء شدہ است مارا[21]

جب کوئی شخص ناز ونَعمت (آرام ونعمت) اور راحت وآرام (آرام وسکون) کو پسند کرتا ہے اور اس کا دل اس لُطف (مزہ، خوشی) سے لُطف اندوز (خوشی محسوس کرنے والا) ہوتا ہے، تو حقیقت میں وہ دوست (محبوب/حق) سے بہت دور ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص بلاء ومُصِیبَت (آزمائش اور تکلیف) سے آرام وسکون حاصل کرنے لگتا ہے، تو وہ دوست کے قریب ہو جاتا ہے، یعنی اسے وصَلِ محبوب (محبوب کی قربت) میسر ہو جاتی ہے۔

☆۔۔ طالِبانِ راہِ حَق (راہِ حق کے طلب کرنے والے) کو چاہئے کہ راحت وآرام کو اپنے دروازے (دل وجان) پر نہ بھٹکنے دیں، بلکہ بلاؤں اور مُصِیبَتوں کو اپنے گھر میں جمع رکھیں

ہر بلا کایں قوم را حق دادہ است***زیرِ آن گنجِ کرم بنہادہ است

گر شرابِ لطفِ او خواہی مدام***قطع کن وادیِ قہر او تمام

زانکہ تا ایں نبودت آں نبودت***بے بلا و درد درماں نبودت[22]

اے دل چو ازوست ہر بلا و ہر غم***غمہاست فرحہا و بلیات نعم

در صورتِ رنج و درد خیر است و شفاء***در شکلِ جفا و جور لطف و کرم[23]

☆۔۔ زَہر نُوشی سے ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ غَصہ کو پیا جائے اور نادانوں اور ناواقفوں (جو علم یا شعور نہیں رکھتے ان) سے جو رَنج وتکلیفیں پہنچیں، اُن کو بَرداشت کیا جائے۔ اَللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے: اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ (المؤمنون:۹۶) یعنی برائی کو نیکی سے دَفع (دور) کرو۔ یعنی مجرموں اور قصُوروالوں کو بخش دو اور اُن سے اس طرح دَرگزر (معافی ونرمی) کرو کہ دین میں سُستی (کمزوری یا کوتاہی) واقع نہ ہو، اور اپنے علم سے نادانوں کو دُور

---

(21) یعنی☆ تیرا درد ہمارے لیے دوا بن گیا ہے۔ تیری مٹی ہمارے لیے روشنی بن گئی ہے۔۔ (اُویسی)

(22) یعنی☆ ہر مشکل اور مصیبت جس قوم پر آتی ہے، وہ دراصل اللہ کی عطا اور اس کے حق کی تعلیم ہے۔ اس کے پیچھے اللہ کی کرم کی ایک خزانہ چھپی ہوئی ہے۔ اگر تم مسلسل اللہ کی محبت اور لطف چاہتے ہو، تو مصائب ومشکلات کے وادیوں سے گزرنا ضروری ہے۔ کیونکہ جب تک یہ مصائب تمہارے نصیب میں نہ آئیں، تمہیں بلا اور درد کے بغیر روحانی شفاء اور کامل مقام حاصل نہیں ہوتا۔ (ط۔ضیائی)

(23) یعنی☆ اے دل! جب تو مشکلات اور ہر قسم کے غم کے سامنا کرتا ہے، یہ غم دراصل خوشیوں اور اللہ کی نعمات ہیں۔ رنج ومشقت کی صورت میں بھی، اور بخشش وشفاء کے ذرائع میں، ظاہری طور پر جفا وسختی کی شکل میں بھی اللہ کا لطف وکرم شامل ہے۔ (ط۔ضیائی)

کرو۔غصہ کو بُردباری(صبر وتحمل)سے اور قصوروں(غلطیوں)کو مَعافی سے بدل دو،اور دُنیا کی ہر لغویات(فضول باتوں)سے غافل بن کر رہو،جیسا کہ قرآنِ پاک میں حق تعالی فرماتا ہے: وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ (حم السجدۃ:۳۵)یعنی بدی کا نیکی سے مقابلہ کرنے کی خصلت اسی کو دی جاتی ہے جو سختیوں پر صبر کرے اور یہ صفت اس کے حصہ میں آتی ہے جس میں ایمان یا اخلاقِ حسنہ کا بہت بڑا حصہ ہو۔

☆۔۔قرآن پاک میں حَظٍّ عَظِيْمٍ جہاں آیا ہے کہتے ہیں یہ ایک بہشت کا نام بھی ہے۔(تفسیر حسینی)

اور نیز اللہ تعالی نے ایسے لوگوں کو جو بروں کے ساتھ نیکیاں کرتے ہیں اپنا محبوب فرمایا ہے:

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ(ال عمران:۱۳۴)

یعنی اور غصہ پی کر جانے والا اور لوگوں کے گناہوں سے در گزر کرنے والا اور اللہ تعالی احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

؎ خشم خوردن پیشۂ ہر سرور است***تلخ باشد وز شکر شیرین تر است [24]

☆۔۔بقول صاحبِ تفسیر حسینی سب سے عمدہ احسان یہ ہے کہ اپنے دشمن کے ساتھ بھلائی کرے۔

؎ بدی را بدی سہل باشد جزا***اگر مردی، اَحْسِنْ اِلٰی مَنْ اَسَاء [25]

اور آیت:وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الجَاهِلُونَ قَالُوا سَلاَمًا[26] کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں کہ قولِ اسلام سے مطلب یہ ہے کہ مسلمان یعنی نادانوں سے نہ جھگڑے اور مجادلہ و مکالمہ سے بچتا رہے،جیسا کہ مُحقِق رُومی علیہ الرَحمہ نے فرمایا ہے:

؎ اگر گویند رزاقی و سالوس***بگو ہستم دو صد چندان و میرو

وگر از خشم دشنامی دہندت***دعا کن خوشدل و خنداں و میرو [27]

☆۔۔بحر السعادت میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت امیر المومنین امام حسن رضی اللہ عنہ کے کسی غلام کے ہاتھ سے گرم گرم سالن کا پیالہ گر پڑا اور آپ کا تمام لباس اور چہرہ مبارک سالن سے بھر گیا۔آپ نے غلام کو گھوڑا دیا اور غلام نے یہ آیت پڑھی:وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ امیر المومنین نے فرمایا کہ میں نے تجھ کو آزاد کیا۔غلام نے پھر یہ آیت پڑھی:وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ حضرت نے فرمایا کہ اس کو سیم وزَر(چاندی اور سونا)دیا جائے۔[28]

☆۔۔مفتاح الجنان میں لکھا ہے کہ مَیمون بن مہران کے پاس ایک لونڈی تھی۔ایک دن کھانے کا پیالہ اُس کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا۔مَیمون کو غُصہ آیا اور لونڈی کو تیوری چڑھا کر دیکھنے لگا۔لونڈی نے کہا:اے آقا!اَللہ تعالی فرماتا ہے:وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ مَیمون یہ سُن کر ہنس پڑا اور کہا:میں اس پر کاربند(عمل کرنے

---

(24)یعنی☆غصہ کھانا ہر سرور اور سعادت کا پیشہ ہے،یہ کڑوا ہے لیکن شکر کے مقابلے میں زیادہ میٹھا اور بہتر ہے۔(ط۔ضیائی)

(25)یعنی☆برائی کا بدلہ لینا آسان ہے،لیکن واقعی مرد وہ ہے جو اس کے بد کرنے والے کے ساتھ بھلا کرے۔(ط۔ضیائی)

(26)(الفرقان:۶۳) [اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں بس سلام۔]

(27)یعنی☆اگر وہ(کوئی شخص)تجھے کہے کہ تو نیلی قباوالا(ریاکار)اور مکار ہے،تو کہہ دے کہ میں ایسا ہی ہوں،بلکہ اس سے بھی سوگنا زیادہ ہوں،اور(یہ کہہ کر آگے)گزر جا۔اور اگر کوئی غصے میں تمہیں گالی دے،تو خوش دلی اور مسکراتے ہوئے اس کے لیے دعا کر واور آگے بڑھو۔(ط۔ضیائی)

(28) (التيسير في التفسير – أبو حفص النسفي، آل عمران: 134، 4/ 260، دار اللباب للدراسات وتحقيق التراث، أسطنبول – تركيا، الطبعة: الأولى، 1440 هـ – 2019 م)

(روح البيان، آل عمران: 133إلى134، 2/ 95، دار الفكر – بيروت، لبنان)

والا) ہو گیا۔ پھر لونڈی نے کہا کہ اس کے آگے جو کچھ ہے، اُس پر بھی کاربند ہوں، یعنی: وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ مَیمون نے کہا: میں نے تجھ کو معاف بھی کیا۔ پھر لونڈی نے اس سے آگے کا ٹکڑا پڑھا: وَاللهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ مَیمون نے کہا: میں نے تجھ کو آزاد کیا۔[29]

خشم (غصہ) کا علاج

☆۔۔رسالہ عین العلم میں لکھا ہے کہ غصہ ایمان کو اس طرح زائل (ختم) کر دیتا ہے جس طرح ایلوا (Aloe Vera) شہد کو۔[30]

☆۔۔ حدیثِ شریف میں آیا ہے کہ جو شخص اپنے غَصہ کو دور کر دیتا ہے، اَللہ تعالیٰ اُس سے اپنے عَذاب (سزا) کو دور کر دیتا ہے۔[31] نیز یہ بھی آیا ہے کہ بردبار (حِلم والا، صبر کرنے والا) کو روزہ دار، قائِمُ اللَّیل (رات کو عبادت کے لیے کھڑا ہونے والا) کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔[32]

☆۔۔ایک جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ غصہ سُلگتی ہوئی آگ کی طرح دل میں پیدا ہو جاتا ہے[33]، اور یہ ظاہر ہے کہ غصہ کے وقت انسان کی آنکھیں سُرخ ہو جاتی ہیں اور رَگیں (نسیں) بھی پھول جاتی ہیں۔ اس کو دور کرنے اور بُجھانے کی ترکیب یہ ہے کہ اَللہ تعالیٰ سے پناہ مانگے، یعنی أَعُوذُ بِاللهِ پڑھے، وُضو کرے۔ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے، بیٹھا ہو تو لیٹ جائے، پہلو بدل لے یا زمین پر رُخسار (گال) لگا دے، تو اِن شاءاللہ تعالیٰ غَصہ کی آگ فوراً ٹھنڈی ہو جائے گی۔[34]

(7) پردہ پوشی

☆اس کو کہتے ہیں کہ لوگوں کے عُیوب (عیبوں) سے آنکھ بچائے، گناہگاروں کے گناہ کو ظاہر کرنے کی کوشش نہ کرے بلکہ اُن کے عیبوں کی پَردہ پوشی کرے، اور یہ صِفت (خصلت) آنکھ بچانے سے بھی اَفضل ہے، اور پردہ پوشی میں اسی کا اشارہ ہے۔

☆۔۔پَردہ پوشی کی تین اَقسام (قسمیں) ہیں:

اوّل : کسی کے عیب جُوئی (عیب تلاش) نہ کرنا۔

دوم : کسی کے عیب کو جانتے ہوئے اُسے ظاہر نہ کرنا اور اُس کے اَفشا (پھیلانے) کی کوشش نہ کرنا۔

سوم : کسی کا عیب ظاہر ہو جانے پر اُسے ڈھانکنا اور کوشش کرنا کہ یہ عیب اُس سے جاتا رہے اور لوگ اُسے اس عیب سے پاک سمجھیں، اور یہ قسم پہلی دونوں اَقسام سے اَفضل ہے۔

---

(29) (تفسير القرطبي = الجامع لأحكام القرآن، آل عمران: 134، 4/ 207، دار الكتب المصرية – القاهرة، الطبعة: الثانية، 1384 هـ – 1964 م)

(تنبيه الغافلين بأحاديث سيد الأنبياء والمرسلين للسمرقندي، باب: كظم الغيظ، ص204،دار ابن كثير، دمشق – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1421 هـ – 2000 م)

(30) (عین العلم [مترجم]، دسواں باب: ڈھیل کرنے اور بردباری رکھنے اور تقصیرات سے درگذر کرنے اور خیر خواہی کرنے کے بیان میں، ص154، مظہر العجائب، مدراس)

(31) (الجامع لشعب الإيمان، السابع والخمسون من شعب الإيمان وهو باب في حسن الخلق، فصل في ترك الغضب ، وفي كظم الغيظ ، والعفو عند القدرة، 10/ 542، الحديث7958، مكتبة الرشد، سنة النشر: 1423هـ/ 2003م)

(المعجم الأوسط، باب الألف، من اسمه أحمد، أحمد بن محمد بن صدقة، 2/ 190، الحديث1342، مكتبة المعارف، سنة النشر: 1405هـ/ 1985م)

(32) (المعجم الأوسط، باب الميم، من اسمه محمد، محمد بن علي الصائغ المكي، 7/ 149، الحديث6269، مكتبة المعارف، سنة النشر: 1405هـ/ 1985م)

(33) (الجامع لشعب الإيمان، السابع والخمسون من شعب الإيمان وهو باب في حسن الخلق، فصل في ترك الغضب ، وفي كظم الغيظ ، والعفو عند القدرة، 10/ 530، لحديث7937، مكتبة الرشد، سنة النشر: 1423هـ/ 2003م)

(34) (مصنف عبد الرزاق، كتاب الجامع، الغضب والغيظ وما جاء فيه، 11/ 188، الحديث20289، المكتب الإسلامي، سنة النشر: 1403هـ/ 1983م)

☆۔۔تذکرۃ الاولیاء لکھا ہے کہ حضرت جُنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاں ایک دن رات کو چور آ گیا، اور باوجود بے حد تلاش کرنے کے اُس کو سوائے پیراہن (کُرتا/قمیص) کے اور کچھ نہ ملا، وہ اُسے غنیمت (قابلِ فائدہ چیز) سمجھ کر لے گیا۔ دوسرے روز حضرت شیخ بازار سے گزر رہے تھے۔ اپنا پیراہن (کُرتا/قمیص) ایک دَلّال (بیچنے والا واسطہ دار) کے ہاتھ میں فروخت ہوتے دیکھا اور ایک خَریدار کو بھی دیکھا، جو یہ کہہ رہا تھا کہ کوئی گواہ لاؤ جو یہ ضمانت دے کہ یہ پیراہن تیرا ہی ہے، ورنہ میں اس کو نہ خریدوں گا۔ شیخ نے اُن کے پاس جا کر کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اُس کی ملک (ملکیت) ہے۔ خریدار نے یہ سن کر وہ پیراہن خرید لیا۔[35]

فائدہ: روایتِ مذکورہ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جُنید بغدادی رحمہُ اللہ تعالیٰ علیہ نے پَردہ پوشی فرمائی، کیونکہ آپ کے اندر بھی پردہ پوشی کی صِفت (خصلت) موجود تھی۔ اگرچہ ایسا کرنے میں بظاہر آپ پر یہ الزام عائد ہو سکتا ہے کہ آپ نے جھوٹ بولا، مگر اتنے بڑے مُقتدا (پیشوا) پر جھوٹ کا گمان کرنا قطعاً نازیبا (نامناسب) ہو گا۔ انہوں نے رَفعِ کذب (جھوٹ کے احتمال کو ختم کرنے) کے لیے کوئی نہ کوئی صورتِ جواز (شرعی یا عقلی گنجائش) ضرور نکال لی ہو گی۔ ممکن ہے انہوں نے وہ پیراہن اُس کو بخش دیا ہو۔

حکایت: جھوٹ کے متعلق ایک اور بڑے بزرگ کا قصہ حضرت شیخ فریدُ الدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تذکرۃ الاولیاء میں بھی لکھا ہے کہ حضرت حاتم اَصَمّ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس ایک عورت کوئی مسئلہ دریافت کرنے آئی۔ اثنائے گفتگو (بات کے دوران) میں عورت کی ریح (ہوا) خارج ہو گئی۔ حاتم رحمہُ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ پکار کر کہہ، کیونکہ مجھے کم سنائی دیتا ہے، اور بہرے بن گئے، تاکہ اس عورت کو اپنے عیب ظاہر ہو جانے پر شرمندگی نہ ہو۔ عورت نے پکار کر کہنا شروع کیا۔ آپ نے فرمایا اور زیادہ پکار کر کہہ، اور وہ بھی زیادہ زور سے کہنے لگی۔ پھر اس کو مسئلہ سمجھا دیا۔ اس واقعہ سے پندرہ (۱۵) سال بعد تک وہ عورت بقیدِ حیات (زندہ) رہی۔ اُس وقت تک آپ بہرے بنے رہے، اس لیے کہ کوئی اُس عورت سے نہ کہہ دے کہ وہ بہرے نہیں ہیں۔ اسی سبب سے آپ کو حاتم اَصَمّ (بہرے حاتم) کہتے ہیں۔

حکایت: حضرت خَیرُ نِسّاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کسی کوچہ (گلی) سے گزر رہے تھے کہ ایک ریشمی کپڑا بُننے والا جُولاہا (کھڈی پر کپڑے بُننے والا) اُن کو اپنا غلام سمجھ کر اُسے اپنے گھر پر پکڑ کر لے آئے، کیونکہ اُن کا اصل غلام، جو اُن کا ہم شکل (شکل میں مشابہ) تھا، بھاگا ہوا تھا۔ گھر پر لا کر طرح طرح سے دھمکا کر پوچھنے لگے کہ کیوں بھاگا تھا۔ حضرت شیخ نساج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اس راز سے اسے آگاہ کرنے میں شرمندگی (شرم وندامت) محسوس ہوئی اور آپ خاموش رہے۔ آپ نے ایک عرصہ تک اس کی خدمت گزاری میں گزار دیا۔ اب اتفاقاً انہیں اصل غلام بھی مل گیا۔ وہ اسے دیکھ کر سخت حیران ہوئے اور اُس کے دل پر حضرت شیخ نساج کا بڑا اثر پڑا۔ فوراً اپنے قدموں پر گر پڑا اور اپنی خطا معاف کرا کر کہا: "آپ نے بھی نہ فرمایا کہ آپ کون تھے۔" حضرت نے فرمایا: "یہ بات مروّت (اخلاق) سے بَعید (بہت دور) تھی، کیونکہ کسی مسلمان کا عیب ظاہر کرنا گناہ ہے۔ میں نے تجھ کو معاف کیا، تو بھی مجھے معاف کر، کیونکہ تُو نے مجھے روٹیاں کھلائی ہیں۔"[36]

سبق: اس واقعہ سے بھی پردہ پوشی کی فضیلت ظاہر ہے کہ اولیاء اللہ نے کیسی کیسی تکلیفیں اٹھا کر بھی لوگوں کے عیب و قصہ ظاہر نہ کئے۔

فائدہ: پردہ پوشی کی خصلت ایسی عمدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن مجید میں فرمایا: وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا (الفرقان: ۷۲) یعنی اللہ کے بندے ایسے ہوتے ہیں کہ جب کسی برے اور ناپسندیدہ راستہ سے گزرتے ہیں تو نہایت بُردباری (صبر و تحمل) سے بچتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ اور جو شخص لوگوں کی خطاؤں

---

(35) (تذکرۃ الاولیاء از فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ، باب 43: حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب، ص 217، الفاروق بک فاؤنڈیشن، لاہور، مئی 1997ء)

(36) (کشف المحجوب [مترجم]، گیارہواں باب: تبع تابعین تابہ زمانہ حال، حضرت ابوالحسن محمد بن اسماعیل خیر نساج رحمۃ اللہ علیہ، ص 288، فروری 2012ء/ربیع الاول 1433ھ، مکتبہ شمس و قمر، جامعہ حنفیہ غوثیہ، بھاٹی چوک، لاہور)
(تذکرۃ الاولیاء از فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ، باب 62: حضرت شیخ نساج رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب، ص 261، الفاروق بک فاؤنڈیشن، لاہور، مئی 1997ء)

(غلطیوں)اور قُصُوروں(کمزوریوں)پر،جوانہوں نے اس کے ساتھ کئے ہوں،اُن سے در گزر(معافی) کرتا ہےاوراُن کے عیب وخطاسے چَشم پوشی(نظرانداز) کرتا ہے،تو وہ شخص صفاتِ سَتّاری(عیبوں کوچھپانے والا)،غَفّاری(معاف کرنے والا)،رَحیمی(رحم کرنے والا)اور غَفُوری(بے حد معاف کرنے والا) سے متّصِف(موصوف)ہو جاتا ہے۔

حدیث: شیخ عبدُالحق محدّث دہلوی رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ شرح اَسْماءُالحُسنیٰ میں حدیث بیان فرماتے ہیں کہ تَخَلَّقُوا بِأَخْلاقِ اللهِ(اللہ کے اخلاق اختیار کرو،یعنی صفاتِ حق سے متّصف ہو جاؤ)۔ کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی کسی صفت سے متصف ہو جاتا ہے،وہ عذابِ دوزخ(جہنم کے عذاب)اور دوری ومَہجوری(بعیدی) کی آگ سے نجات پالیتا ہے،اوراس عالمِ آخرت سے اس کو مناسبت ومشابہت حاصل ہو جاتی ہے۔[37]

اَورادووَظائف: ہر سلسلۂ روحانیہ کے مخصوص اوراد ووظائف ہوتے ہیں سلسلہ اویسیہ کے بھی چنداوراد ووظائف ہیں جنہیں فقیر نے ایک علیحدہ رسالہ میں جمع کردیے ہیں وہ رسالہ کراچی(باب المدینہ) سے منجانب پیر طریقت حضرت علامہ مفتی سید عارف شاہ صاحب مدظلہ سجادہ نشین درگاہ اویسیہ بفرزون کراچی نے شائع فرمایاہے۔عام ماتاہے۔ فقیر یہاں صرف وہ وظائف لکھتاہے جو سلسلہ اویسیہ سے وابستہ ہیں۔یہ وظائف روزانہ پڑھنے ہوں گے۔

نمازِپنجگانہ وجمعہ وعیدین کی پابندی وشریعت کے ہر مسئلہ کی پاسداری لازمی ہے۔(۱)تلاوتِ قرآن مجید کم ازکم سواپارہ(۲)دلائل الخیرات کاایک حزب(۳)دعائے حزب البحر(۴)درودِ مُستغاث شریف(۵)قصیدہ غوثیہ شریف(۶)دورِ مُستغاث شریف(۷)قصیدہ بردہ شریف کاایک حزب(۸)قصیدہ سیدنااویس(۹)دعائے مغنی شریف مع شرائط(۱۰)دیگراوسیہ۔

دعائے مغنی شریف: ایک وہ ہے جسے ہم نے لکھی ہے دوسری وہ زیادہ طویل ہے۔

خواص: اس کاعامل(جو یہ عمل اختیار کرے) نہ صرف دنیاداروں سے بے نیاز ہو کر تونگر(مالدار،خوشحال) ہو جاتاہے،بلکہ اس کے تمام دینی ودنیوی حاجات ومہمات (ضروریات اورکام) رفع(دور) ہو جاتے ہیں،اورآفاتِ ارضی وسماوی(زمین وآسمان کی آفتوں) سے محفوظ رہتاہے۔

شیخ ابوسلمان دارانی رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:جب کسی کو کسی امر(کام) کو پورا کرنے کی خواہش ہو،تواسے چاہئے کہ پاک وصاف(طاہر وپاکیزہ)اور باوضوہو کر،نماز کے بعددرود شریف پڑھے،اوراس کے بعددُعاءِ"وُرود شریف"کوشروع کرےاوردرگاہِ الٰہی میں اپنی خواہش کااظہار کرے۔اِن شاءَاللہ تعالیٰ اس کی ہر خواہش پوری ہو جائے گی۔[38]

شانِ وُرود: اس دعاء کے عمل کا طریقہ اگرچہ معلوم نہیں ہو سکا،لیکن آپ کے معتقدین سے سنا گیاہے کہ سلسلہ اویسیہ کا کوئی بزرگ دنیاکے فقر وفاقہ (غربت اور قلتِ معاش) میں مبتلا ہو گیا تھا۔اس نے چالیس(۴۰) دن اس دُعائے مغنی کو اس طریقے سے ورد کیا کہ پہلے روز ایک دفعہ پڑھی،دوسرے روز دو دفعہ،تیسرے روز تین دفعہ،چوتھے روز چار دفعہ،اس طریقے سے ہر روز ایک کی تعداد بڑھاتے گئے حتّٰی کہ چالیسویں دن چالیس دفعہ پڑھی۔تواس کی دعاء کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس بزرگ کو نہ فقط فقر وفاقہ کی مصیبت سے نجات دی،بلکہ تونگر(مالدار،خوشحال) وغنی(خود کفایت اورمالدار) بھی کردیا۔

---

(37) یہاں تک کا مضمون کتاب"حیاتِ اُویس قرنی رضی اللہ عنہ" سے مُلَخّص ہے حوالہ درجِ ذیل ہے۔ (حیاتِ اُویس قرنی رضی اللہ عنہ،ص120تا144،مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس،دہلی،1940ء)

(38) (حاشية ابن عابدين = رد المحتار، كتاب الصلاة، فصل في بيان تأليف الصلاة إلى انتهائها، فروع قرأ بالفارسية أو التوراة أو الإنجيل، 1/ 520، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر،الطبعة: الثانية، 1386 هـ - 1966 م)

برائے اُویسیان: اس دعاء کے کلمات یہ ہیں: بِكَ أَسْتَغِيثُ فَأَغِثْنِي، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، فَاكْفِنِي، يَا كَافِي، اكْفِنِي الْمُهِمَّاتِ مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، يَا رَحْمَنَ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَرَحِيمَهُمَا[39] یہ دعاء اجابت کا اثر رکھتی ہے۔ اس لیے جو شخص کسی خاص مہم (ضروری کام یا خواہش) کے لیے اسے پڑھے، اسے چاہئے کہ ان کلمات کو سر بسجود (سجدے میں) ہو کر تین بار بحضورِ دل (دل کی توجہ کے ساتھ) ادا کرے۔ اِن شاءَاللہ تعالیٰ پڑھنے والے کا مطلوبہ مقصد یا دلی مطلب حاصل ہو جائے گا۔

دیگر دعاء: مندرجہ ذیل دعا بھی آپ سے منسوب ہے: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ فِي الشَّرْعِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْغَفْلَةِ فِي الْغُرْبَةِ[40]. یہ دعاء اختیاری ہے جب چاہے پڑھے۔ (اُویسی غفرلہ)

اسناد: اِس دُعا کا طریقۂ عمل (عمل کرنے کا طریقہ) بعض اَسناد کے مطابق یہ ہے کہ بعد ہر نماز کے اِسے اگر پانچ (۵) دَفعہ پڑھنے کا وِرد (معمول) قرار دیا جائے، تو اَللہ تعالیٰ پڑھنے والے کو جان کنی کے وقت (نزع کے وقت) کُفر سے، بُڑھاپے میں تنگ دَستی کی مُصیبت سے، مسافرت میں بیماری سے محفوظ رکھے گا۔

دیگر: صاحِب لطائفِ نَفیسیّہ[41] نے لکھا ہے کہ مندرجہ ذیل (نیچے درج) دُعا ایک وَرَق (کاغذ) پر مجھے ملی ہے جو بُزرگانِ سِلسلۂ اُوَیسیّہ سے ہے۔

اَللّٰهُمَّ إِنَّ قَلْبِي مَرِيضٌ فَصَحِّحْهُ وَفَاسِدٌ فَأَصْلِحْهُ، وَمُظْلِمٌ فَنَوِّرْهُ، وَأَعْمٰى فَبَصِّرْهُ، وَنَجِسٌ فَطَهِّرْهُ، وَخَرَابٌ فَعَمِّرْهُ اللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ الْإِيمَانَ الْكَامِلَ، وَنَسْأَلُكَ الْعِصْمَةَ عَنِ الْبَلَاءِ وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ، وَآلِهِ، وَأَصْحَابِهِ، وَأَهْلِ بَيْتِهِ أَجْمَعِينَ۔[42]

فائدہ: اِس دُعا کا وِرد (معمول) صَفائیٔ قلب (دل کی پاکیزگی) و تجلّیٔ باطن (اندرونی نورانیت) حاصل ہونے کا باعث (ذریعہ) ہے۔ یہ دُعا بھی اِختیاری ہے، جب چاہے پڑھے۔

صلوۃ أویس مع ترکیب

☆۔۔ عمل بِطریقِ نماز بھی آپ سے منسوب (منسوب کیا گیا) ہے، جیسے صاحِب مِفتاحُ الجِنان نے نَقل کیا ہے۔ یہ نماز ماہِ رَجَبُ المُرَجَّب کی تیسری، چوتھی، پانچویں، تیرہویں، چودھویں، پندرہویں، تئیسویں، چوبیسویں اور پچیسویں شَب (رات) کو پڑھی جاتی ہے۔ نمازِ ہذا (یہ نماز) بارہ (۱۲) رَکعَت اور تین سَلام پر مبنی (قائم) ہے، جِس کی اَدائیگی کا طریقہ یہ ہے کہ بَروَقتِ چاشت (دن کے بلند ہونے کا وقت) غُسل اور وُضو کے بعد پہلے چار (۴) رَکعت کی نِیَّت کی جائے۔ ہر رَکعت میں سُورۂ فَاتِحہ (الحمد شریف) کے بعد قُرآنِ مَجید کی کوئی سُورت تِلاوت کر کے بعدِ سَلام سَتّر (۷۰) بار پڑھے: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِينُ، لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ، وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ[43] پھر چار (۴) رَکعت نماز کی نِیَّت باندھے۔ ہر رَکعت میں ایک بار الحمد شریف اور اُس کے ساتھ ہی سُورۂ نَصر ایک بار پڑھ کر بعد اَز سَلام سَتّر بار: أَقْوٰى مُعِينٌ وَاهْدِيْ دَلِيلٌ، إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ[44] پڑھے۔ پھر چار (۴) رَکعت کی نِیَّت باندھے۔ ہر رَکعت میں الحمدشریف کے بعد تین (۳) بار سُورۂ اِخلاص پڑھے، بعد سَلام سَتّر (۷۰) بار سُورۂ اَلَم نَشْرَحْ پڑھے، اور ہاتھ سینہ پر رکھ کر جو حاجت اللہ تعالیٰ کو ہی حاجت روا (ضرورت پوری کرنے والا) سمجھ کر دُعا کرے۔

---

(39) یعنی اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں، پس میری مدد فرما، میں تجھ پر بھروسہ کرتا ہوں، پس میری کفایت کر، اے کفایت کرنے والے! مجھے دنیا و آخرت کے اہم کاموں میں کفایت دے، اے دنیا و آخرت کے مہربان اور رحم کرنے والے!۔ (ط۔ ضیائی)

(40) یعنی اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں شرعی کفر سے، اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں اجنبیت یا غریبی میں غفلت سے۔ (ط۔ ضیائی)

(41) "لطائفِ نفیسہ در فضائل اُویسیہ" صوفی بزرگ شیخ احمد بن محمود اُویسی کی تصنیف ہے جو سلسلہ اویسیہ، حضرت خواجہ اویس قرنی کے حالات، ملفوظات، اور روحانی کمالات پر مبنی ایک مستند اور نادر فارسی کتاب ہے۔ (ن اُویسی)

(42) یعنی اے اللہ! بے شک میرا دل بیمار ہے، پس اسے شفا دے، اور اگر خراب ہو تو اسے درست کر، اگر اندھیرا ہے تو اسے روشن کر، اور اگر اندھا ہے تو اسے بصیرت عطا فرما، اگر ناپاک ہے تو اسے پاک کر، اور اگر ویران ہے تو اسے آباد کر۔ اے اللہ! ہم تجھ سے کامل ایمان طلب کرتے ہیں، اور تجھ سے آفتوں سے حفاظت کی دعا کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی درود و سلام ہو اس کے بہترین مخلوق محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اور ان کے آل، صحابہ، اور اہلِ بیت سب پر۔ ط۔ ضیائی)

(43) یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ بادشاہ ہے، سچا اور واضح ہے، اس جیسا کوئی چیز نہیں، اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ (ط۔ ضیائی)

(44) یعنی تو ہی سب سے مضبوط مددگار ہے، اور رہنمائی دینے والا ہے، ہم تیری ہی مدد طلب کرتے ہیں۔ (ط۔ ضیائی)

نماز کے فائدے

☆۔۔ تین(۳)دِن تک اِس طریق پر نَماز پڑھی جائے، تو ہر خواہش بِفَضلِ اَیزدی(اللہ کے کرم سے)پُوری ہو سکتی ہے؛ لیکن ہر روز غُسل کرنے کے وَقت سے نَماز اَدا کر لینے تک کسی قِسم کا کَلام(بات چیت)نہ کیا جائے۔

حکایت: حضرت مغربی رَحمَۃُ اللہ تَعالٰی عَلَیہ کے دارُالعلوم میں معینُ الدِّین نامی بڑا دانش مند(علم والا)تھا۔ ہر مسئلہ کا جواب لاجواب دیا کرتا، مناظروں، مباحثوں میں بھی اکثر اُس کی تقریر نہایت شِکستہ(عاجزانہ)ہوتی تھی۔ اُن سے سوال ہوا کہ آپ نے عِلمی کامیابی کہاں سے پائی؟ فرمایا کہ میں نَمازِ اُویسی پڑھا کرتا تھا اور دُعا کرتا: اِلٰہی! میں بُوڑھا ہو گیا ہوں اور علم نہ پڑھ سکا، اب اِس نَماز کے صَدقے مجھ سے اَبوابِ عُلوم(علوم کے دروازے)کھول دے۔ یہی اِس نَماز کی بَرکت ہے کہ اب جو مسئلہ مجھ سے پوچھا جاتا ہے، میں اُس کا اچھی طرح جواب دیتا ہوں۔[45] (حیاتِ اُویس، ص ۱۵۱)

دعائے مستجاب از سیدنا اُویس رضی اللہ عنہ

حضرت خواجہ اُویس قَرنی رَحِمَہُ اللہُ تَعالٰی فرماتے ہیں کہ جو شخص ہر فرض نَماز کے بعد یہ دُعا پڑھے گا، خُدا تَعالٰی اُس کو بَہِشت(جنت)عطا فرمائے گا۔ اگر بَہِشت میں نہ گیا، تو وہ قیامت کے روز میرا دامَن پکڑ لے۔ دُعا یہ ہے: بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ یَا مَنۡ لَا تَنۡفَعُہٗ طَاعَتِی، وَلَا تَضُرُّہٗ مَعۡصِیَتِی، فَہَبۡ لِی مَا لَا یَنۡفَعُکَ، وَاغۡفِرۡ لِی مَا لَا یَضُرُّکَ، بِرَحۡمَتِکَ یَا أَرۡحَمَ الرَّاحِمِیۡنَ[46] تَلۡقِینِ لَدُنِّی ، اُردو (اُویسی غفرلہٗ)

دعائے مغنی کا طریقِ دعوت وزکوۃ

ایک عَلیحدہ مکان میں زیرِ آسمان(کھلی جگہ)اوّل غُسل و وُضو کر کے پاکیزہ کپڑے پہنے اور خُوشبو لگا کر دو(۲)رَکعت نَماز بہ نِیَّتِ نَفل اِس طرح سے پڑھے کہ ہر رَکعت میں بعد فَاتحہ سات سات(۷،۷)یا ستّر ستّر(۷۰،۷۰)بار اِذَا جَاءَ پڑھے، اور بعد سَلام کے سات(۷)یا ستّر(۷۰)بار دُعائے سُبحانَ اللہ پڑھے۔ پھر سَر بَرہنہ(ننگا سر)کر ایک ہزار(۱۰۰۰)مرتبہ دُعائے مُغنی پڑھ کر دَعوت ختم کرے، اور جب تک پڑھتا رہے برابر خُوشبو جلاتا رہے۔ بعد اَزاں(بعد میں)، بعد نَمازِ صُبح ایک مرتبہ سات(۷)یا گیارہ(۱۱)مرتبہ روزانہ پڑھ لیا کرے، خُدا چاہے گا تو جُملہ(تمام)مہملاتِ دِینی و دُنیوی(دین و دنیا کے معاملات)آسان ہوتی رہیں گی، اور پڑھنے والا چند ہی روز میں غنی ہو جائے گا، اور مرتے وقت اِیمانِ کامل نصیب ہو گا؛ لیکن پَرہیز: گوشتِ گائے، پیاز، لہسن و مچھلی وغیرہ کا ہمیشہ پَرہیز رکھے۔

دعائے سبحان اللہ

سُبۡحَانَ اللّٰہِ، وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ، وَلَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ، وَاللّٰہُ أَکۡبَرُ، وَلَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ إِلَّا بِاللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ. وَإِذَا سَأَلَکَ عِبَادِی عَنِّی فَإِنِّی قَرِیۡبٌ ؕ أُجِیۡبُ دَعۡوَۃَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ؕ فَلۡیَسۡتَجِیۡبُوا لِی وَلۡیُؤۡمِنُوا بِی لَعَلَّہُمۡ یَرۡشُدُوۡنَ. یَا غِیَاثِی عِنۡدَ کُلِّ کُرۡبَۃٍ، وَمَعَاذِی عِنۡدَ کُلِّ شِدَّۃٍ، وَمُجِیۡبِی عِنۡدَ کُلِّ دَعۡوَۃٍ، وَمُؤۡنِسِی عِنۡدَ کُلِّ وَحۡشَۃٍ، وَیَا رَجَائِی حِیۡنَ تَنۡقَطِعُ حِیۡلَتِی، یَا غِیَاثِی.[47]

---

(45) (حیاتِ اُویس قرنی رضی اللہ عنہ، نمازِ اُویس، ص 151، مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس، دہلی، 1940ء)

(46) یعنی اللہ کے نام سے جو نہایت رحم والا اور مہربان ہے۔ اے اُس ذات کے مالک! جس کو میری اطاعت فائدہ نہیں دیتی، اور جس سے میری نافرمانی نقصان نہیں پہنچاتی، پس مجھے وہ عنایت فرما جو تجھ کو فائدہ نہ دے، اور مجھ سے وہ گناہ معاف فرما جو تجھ کو نقصان نہ پہنچائے۔ اے رحمت والوں کے سب سے زیادہ رحم کرنے والے! (ط۔ ضیائی)

(47) یعنی پاک ہے اللہ، سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ سب سے بڑا ہے، اور ہر کام میں طاقت و قوت صرف اللہ کی ذات سے ہے، جو بلند و عظیم ہے۔ اور جب میرے بندے تجھ سے میری طرف سوال کریں تو میں قریب ہوں، میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں، لہٰذا وہ لوگ مجھ سے دعا کریں اور میرے وسیلے سے مانگیں تاکہ وہ راہِ راست پائیں۔ میری ناراضگی ہر تنگی میں، اور میری پناہ ہر سختی میں، اور میرا جواب ہر دعا میں، اور میرا سہارا ہر تنہائی میں ہے۔ اے میرے مہربان! جب میری مدد کی قوت ختم ہو جائے، تو تو ہی میرا غیاث اور مددگار ہے۔! (ط۔ ضیائی)

دعائے مغنی باترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَبَارِكْ وَسَلِّمْ، وَبِكَ أَسْتَغِيثُ فَأَغِثْنِي، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ فَاكْفِنِي يَا كَافِي، أَكْفِنِي الْمُهِمَّاتِ مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، يَا رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَرَحِيمَهُمَا۔ أَنَا عَبْدُكَ بِبَابِكَ، فَقِيرُكَ بِبَابِكَ، سَائِلُكَ بِبَابِكَ، ذَلِيلُكَ بِبَابِكَ، مِسْكِينُكَ بِبَابِكَ، ضَعِيفُكَ بِبَابِكَ، ضَيْفُكَ بِبَابِكَ، يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ۔ الطَّالِحُ يَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيثِينَ، مَهْمُومُكَ بِبَابِكَ، يَا كَاشِفَ كَرْبِ الْمَكْرُوبِينَ، عَاصِيكَ بِبَابِكَ، يَا طَالِبَ الْبَارِّينَ، الْمُقِرُّ بِبَابِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ، الْخَاطِئُ بِبَابِكَ، يَا غَافِرَ الْمُذْنِبِينَ، الْمُعْتَرِفُ بِبَابِكَ، يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ۔ الظَّالِمُ بِبَابِكَ، يَا مَامَنَ الطَّالِبِينَ، الْمُسِيءُ بِبَابِكَ، الْبَائِسُ بِبَابِكَ، الْخَاشِعُ بِبَابِكَ، ارْحَمْنِي يَا مَوْلَايَ۔ أَنْتَ الْغَافِرُ وَأَنَا الْمُسِيءُ، وَهَلْ يَرْحَمُ الْمُسِيءَ إِلَّا الْغَافِرُ ؒ مَوْلَايَ مَوْلَايَ۔ أَنْتَ الرَّبُّ وَأَنَا الْعَبْدُ، وَهَلْ يَرْحَمُ الْعَبْدَ إِلَّا الرَّبُّ ؒ مَوْلَايَ مَوْلَايَ۔ أَنْتَ الْمَالِكُ وَأَنَا الْمَمْلُوكُ، وَهَلْ يَرْحَمُ الْمَمْلُوكَ إِلَّا الْمَالِكُ ؒ مَوْلَايَ مَوْلَايَ۔ أَنْتَ الْعَزِيزُ وَأَنَا الذَّلِيلُ، وَهَلْ يَرْحَمُ الذَّلِيلَ إِلَّا الْعَزِيزُ ؒ مَوْلَايَ مَوْلَايَ۔ أَنْتَ الْقَوِيُّ وَأَنَا الضَّعِيفُ، وَهَلْ يَرْحَمُ الضَّعِيفَ إِلَّا الْقَوِيُّ ؒ مَوْلَايَ مَوْلَايَ۔ أَنْتَ الْكَرِيمُ وَأَنَا اللَّئِيمُ، وَهَلْ يَرْحَمُ اللَّئِيمَ إِلَّا الْكَرِيمُ ؒ مَوْلَايَ مَوْلَايَ۔ أَنْتَ الرَّزَّاقُ وَأَنَا الْمَرْزُوقُ، وَهَلْ يَرْحَمُ الْمَرْزُوقَ إِلَّا الرَّزَّاقُ ؒ مَوْلَايَ مَوْلَايَ۔ وَأَنْتَ الْغَفُورُ وَأَنَا الْمُذْنِبُ، وَأَنْتَ الْقَوِيُّ وَأَنَا الضَّعِيفُ۔

إِلَهِي الْآمَانُ، الْآمَانُ فِي ظُلْمَةِ الْقُبُورِ وَضِيقِهَا، إِلَهِي الْآمَانُ، الْآمَانُ عَنْ سُؤَالِ مُنْكَرٍ وَنَكِيرٍ وَهَيْبَتِهِمَا، إِلَهِي الْآمَانُ، الْآمَانُ عِنْدَ وَحْشَةِ الْقُبُورِ وَشِدَّتِهَا، إِلَهِي الْآمَانُ، الْآمَانُ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، إِلَهِي الْآمَانُ، الْآمَانُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ، فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللهُ، إِلَهِي الْآمَانُ، الْآمَانُ يَوْمَ زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا، إِلَهِي الْآمَانُ، الْآمَانُ يَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ، إِلَهِي الْآمَانُ، الْآمَانُ تَطْوِي السَّمَاءُ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ، إِلَهِي الْآمَانُ، الْآمَانُ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَوَاتُ، وَبَرَزُوا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ، إِلَهِي الْآمَانُ، الْآمَانُ يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ، وَيَقُولُ الْكَافِرُ: يَا لَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا، إِلَهِي الْآمَانُ، الْآمَانُ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ، إِلَهِي الْآمَانُ، الْآمَانُ يُنَادِي: أَيْنَ الْعَاصُونَ وَأَيْنَ الْمُذْنِبُونَ وَأَيْنَ الْخَائِفُونَ وَأَيْنَ الْخَاسِرُونَ ؒ هَلُمُّوا إِلَى الْحِسَابِ، أَنْتَ تَعْلَمُ سِرِّي وَعَلَانِيَتِي، فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِي وَتَعْلَمُ حَاجَتِي۔ فَأَعْطِنِي سُؤَالِي يَا إِلَهِي۔ أَمْ مِنْ كَثْرَةِ الذُّنُوبِ وَالْعِصْيَانِ، أَمْ مِنْ كَثْرَةِ الظُّلْمِ وَالْجَفَاءِ، أَمْ مِنْ كَثْرَةِ النَّفْسِ وَلَطَرُودَتِهَا، أَمْ مِنَ النَّفْسِ الْمُتَّبِعَةِ لِلْهَوَى، أَمْ مِنَ الْهَوَى۔ أَغِثْنِي يَا مُغِيثُ عِنْدَ تَغَيُّرِ حَالِي۔

إِلَهِي إِنِّي عَبْدُكَ الْمُذْنِبُ، الْمُجْرِمُ، الْمُخْطِئُ، أَجِرْنِي مِنَ النَّارِ يَا مُجِيرُ، يَا مُجِيرُ۔ اللَّهُمَّ إِنْ تَرْحَمْنِي فَأَنْتَ أَهْلٌ، وَإِنْ تُعَذِّبْنِي فَأَنَا أَهْلٌ۔ يَا أَهْلَ التَّقْوَى وَيَا أَهْلَ الْمَغْفِرَةِ، وَيَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ، وَيَا خَيْرَ الْغَافِرِينَ، حَسْبِيَ اللهُ وَنِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ۔ وَصَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ، بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع، جو نہایت مہربان، بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ اے اللہ! رحمت نازل فرما حضرت محمد ﷺ پر اور آلِ محمد ﷺ پر، اور برکت عطا فرما اور سلامتی نازل فرما۔ میں تجھ ہی سے فریاد چاہتا ہوں، پس میری فریاد کو پہنچا دے، اور میں نے تجھ پر بھروسا کیا، پس تو مجھے کافی ہو جا، اے کافی! میری دنیا اور آخرت کے تمام اہم کاموں میں مجھے کفایت فرما، اے دنیا و آخرت کے رحم کرنے والے، اور ان دونوں پر مہربانی فرمانے والے! میں تیرا بندہ ہوں

تیرے در پر، تیرا فقیر ہوں تیرے در پر، تیرا سوالی ہوں تیرے در پر، تیرا عاجز ہوں تیرے در پر، تیرا مسکین ہوں تیرے در پر، تیرا کمزور ہوں تیرے در پر، تیرا مہمان ہوں تیرے در پر، اے ربّ العالمین! میں فریاد کرنے والوں کی فریاد لے کر آیا ہوں، تیرا غم زدہ بندہ ہوں تیرے در پر، اے پریشان حالوں کی پریشانی دور کرنے والے! میں تیرا نافرمان ہوں تیرے در پر، اے نیک بندوں کو چاہنے والے! میں اقرار کرنے والا ہوں تیرے در پر، اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے! میں خطاکار ہوں تیرے در پر، اے گناہگاروں کو بخشنے والے! میں اعتراف کرنے والا ہوں تیرے در پر، اے ربّ العالمین! میں ظالم ہوں اپنے نفس پر، تیرے در پر حاضر ہوں، اے بہت عطا فرمانے والے! میں برا کرنے والا ہوں، محتاج ہوں، عاجزی کرنے والا ہوں، تیرے در پر۔ مجھ پر رحم فرما اے میرے مولا! تو بخشنے والا ہے اور میں خطاکار ہوں، اور گناہگار پر بخشنے والے کے سوا کون رحم کرے گا؟ تو رب ہے اور میں بندہ، بندے پر رب کے سوا کون رحم کرے گا؟ تو مالک ہے اور میں مملوک، مملوک پر مالک کے سوا کون رحم کرے گا؟ تو غالب ہے اور میں ذلیل، ذلیل پر غالب کے سوا کون رحم کرے گا؟ تو قوی ہے اور میں کمزور، کمزور پر قوی کے سوا کون رحم کرے گا؟ تو کریم ہے اور میں نااہل، نااہل پر کریم کے سوا کون رحم کرے گا؟ تو رزق دینے والا ہے اور میں روزی پایا ہوا، روزی پانے والے پر رزق دینے والے کے سوا کون رحم کرے گا؟ اے اللہ! مجھے امان دے قبر کی تاریکی اور تنگی میں۔ امان دے منکر نکیر کے سوال اور ان کی ہیبت سے۔ امان دے قبروں کی وحشت اور سختی کے وقت۔ امان دے اس دن جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ امان دے جس دن صور پھونکا جائے گا۔ امان دے جس دن زمین لرزے گی۔ امان دے جس دن آسمان پھٹیں گے۔ امان دے جس دن آسمان لپیٹ دیے جائیں گے۔ امان دے جس دن زمین بدل دی جائے گی اور لوگ اللہ واحد و قہار کے سامنے حاضر ہوں گے۔ امان دے جس دن انسان اپنے اعمال دیکھے گا اور کافر کہے گا: کاش میں مٹی ہوتا۔ امان دے اس دن جب مال اور اولاد کام نہ آئیں گے مگر وہ شخص جو قلبِ سلیم لے کر آئے۔ اے اللہ! تو میرے ظاہر و باطن کو جانتا ہے، میرا عذر قبول فرما اور میری حاجت پوری فرما۔ افسوس میرے گناہوں کی کثرت پر، افسوس نافرمانیوں پر، افسوس نفس کی سرکشی پر، افسوس خواہشات کی پیروی پر۔ اے فریاد رس! میرے حال کے بدلنے کے وقت میری مدد فرما۔ اے اللہ! میں تیرا گناہگار بندہ ہوں، مجرم ہوں، خطاکار ہوں، مجھے آگ سے پناہ دے اے پناہ دینے والے! اے اللہ! اگر تو مجھ پر رحم فرمائے تو تو اہل ہے، اور اگر عذاب دے تو میں اس کا مستحق ہوں، پس تو ہی رحم فرما، اے تقویٰ والوں کے رب، اے مغفرت والے، اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے، اے سب سے بہتر بخشنے والے! اللہ ہی میرے لیے کافی ہے، وہ بہترین کارساز، بہترین مددگار ہے۔ اور اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرمائے اپنی بہترین مخلوق حضرت محمد ﷺ پر، ان کی آل پر، اور ان کے تمام صحابہ پر، اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

نوٹ: دعائے مُغنی کے پڑھنے کے طریقے جو یہاں درج کیے گئے ہیں، یہی معمولاتِ مشائخ میں چلے آرہے ہیں۔ ممکن ہے کہ اور بھی طریقے ہوں جن کو ان بزرگوں نے زبانی تلقین پر منحصر (محدود) رکھا ہو۔ لہٰذا سلسلۂ اویسیہ کے مُعتقدین و مریدین کو چاہیے کہ اپنے شیخ یا کسی دوسرے بزرگ سے اس کے پڑھنے کی خاص طور پر اجازت حاصل کریں اور شرائطِ مذکورہ کی، مندرجۂ کتابِ ہذا، پوری پوری پابندی کریں۔

دعائے دیگر: ایک اور دعا بھی حضرت خواجہ رضی اللہ عنہ سے منسوب کی جاتی ہے اور وہ یہ ہے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ فِي النَّزْعِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ فِي الشَّيْبِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعِلَّةِ فِي الْغُرْبَةِ[48]

---

(48) یعنی اے اللہ! میں نزع (موت کی سختی اور جانکنی) کے وقت کفر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور میں بڑھاپے میں فقر و فاقہ اور محتاجی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور میں پردیس (غُربت) میں بیماری اور لاچاری سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ (نِ اُویسی)

اسناد: اس دعا کی اسناد میں اس طرح لکھا ہے کہ جو کوئی اس دعاء کو پانچوں وقت کی نماز کے بعد پانچ پانچ (۵،۵) بار روزانہ پڑھا کرے اور ہمیشہ کے لئے اپنا ورد و معمول کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو جان کندنی کے وقت بلائے کفر سے اور بڑھاپے میں فقر و فاقہ کی تکلیف سے اور مسافرت میں بیماری سے اپنی پناہ میں لے لیتا ہے اور یہی تینوں بلائیں بدترین بلا میں شمار ہوتی ہیں۔

ایک اور دعا:

اللَّهُمَّ إِنَّ قَلْبِي مَرِيضٌ فَصَحِّحْهُ، وَفَاسِدٌ فَأَصْلِحْهُ، وَمُظْلِمٌ فَنَوِّرْهُ، وَعَمٍ فَبَصِّرْهُ، وَدَنِسٌ فَطَهِّرْهُ، وَخَرَابٌ فَعَمِّرْهُ. اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ الْإِيمَانَ الْكَامِلَ بِكَ، وَنَسْأَلُكَ الْعِصْمَةَ عَنِ الْبَلَاءِ. وَصَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ. (49)

فائدہ: یہ بھی حضرت خواجہ رضی اللہ عنہ سے منسوب کی جاتی ہے، جو ایک ورق (کاغذ) پر لکھی ہوئی ملی ہے، اور تصفیۂ قلب (دل کی پاکیزگی) اور تجلیۂ باطن (باطن کے روشن ہونے) کے واسطے (لیے) اس کو تنہا (اکیلے) پڑھنا مفید (فائدہ مند) ہے۔

سلوکِ سلسلہ اُویسیہ

شیخِ کامل کی نگرانی میں مَنازلِ سُلوک طے کرنے کے طریقے حاضر ہیں:

ذکرِ خفی: جب سالک (راہِ سلوک پر چلنے والا) کے دل کی چربی (غفلت / سستی) دور ہو کر زندہ (بیدار) ہو جائے تو چاہیے کہ فوراً (اسی وقت) ہی پاسِ اَنفاس (سانس کی نگرانی) شروع کر دے، یعنی سانس کو زور زور سے کھینچ کر دماغ (سر) میں لے جائے۔ اگر سانس رکنے لگے تو اتنا آہستہ آہستہ سانس لینے لگے کہ اس کا احساس تک نہ ہو۔ اس کو سکون (ٹھہراؤ) کہتے ہیں، اور یہی ذکرِ خفی (پوشیدہ ذکر) کہلاتا ہے، اور یہی طریقہ سلسلۂ اُویسیہ میں مروج (رائج) ہے، اور اس کو ذکرِ اویسیہ بھی کہتے ہیں۔

پاسِ اَنفاس: اس ذکر سے بہت سے اولیاء (اللہ والے) منزلِ مقصود (اصل روحانی مقام) کو پہنچے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ کلمہ " لَا إِلٰهَ " کو سانس کے نیچے (اندر لیتے ہوئے) زمین کی طرف لے جائے، اور " إِلَّا اللهُ " کو اوپر کے سانس (باہر نکالتے ہوئے) کے ساتھ بائیں جانب کھینچے، یہاں تک کہ سانس خود بخود ذکر کرنے لگے۔ اور چاہیے کہ سانس کھینچتے وقت نظر دل (توجہِ قلب) پر رہے، اور زبان کو ہلائے بغیر سانس سے اس قدر ذکر کرے کہ خود سانس ذکر بن جائے۔ یہ شغل (عمل) اٹھتے بیٹھتے ہر وقت جاری رہے، یہاں تک کہ نیند (سوتے وقت) میں بھی جاری رہے۔

ذکرِ جلی: ذکرِ اُویسیہ کے کمال کی یہ علامت (نشانی) ہے کہ جس شخص کو یہ دولت (روحانی فیض) حاصل ہوتی ہے، اس کا سانس ناک (نتھنوں) سے نکلنے لگتا ہے، اور اسمِ ذات (اللہ کا نام) سانس کے ساتھ بڑے زور و شور (شدت و تیزی) سے جاری ہو جاتا ہے۔ یہ حالت (کیفیت) طریقۂ اُویسیہ میں اول اول (شروع میں) تو بے شک پیدا ہو جاتی ہے، لیکن بعد میں یہ ذکر کسی کے تو (فرد) ناک سے منتقل ہو کر اس کے دل میں پہنچ جاتا ہے، یعنی اس کا دل جاری ہو جاتا ہے، اور کسی کے دماغ میں پہنچ کر اثر پذیر (متاثر) ہوتا ہے، اور کسی کی پہلی حالت ہی آخر دم تک قائم رہتی ہے۔ اور یہ ذکرِ جلی کہلاتا ہے۔

نوٹ: مذکورہ بالا بیانات سے ثابت ہوتا ہے کہ سلسلۂ اُویسیہ کے بزرگوں میں دونوں طریقے یعنی ذکرِ خفی اور ذکرِ جلی مروج (رائج) ہیں۔

---

(49) یعنی اے اللہ! یقیناً میرا دل بیمار ہے، پس تُو اسے تندرست کر دے؛ اور یہ بگڑا ہوا ہے، پس تُو اس کی اصلاح فرما؛ اور یہ تاریک ہے، پس تُو اسے روشن کر دے؛ اور یہ اندھا ہے، پس تُو اسے بینائی عطا کر؛ اور یہ گناہوں سے آلودہ ہے، پس تُو اسے پاک فرما؛ اور یہ ویران ہے، پس تُو اسے آباد کر دے۔ اے اللہ! ہم تجھ سے تجھ پر کامل ایمان مانگتے ہیں، اور آزمائشوں و بلاؤں سے حفاظت کا سوال کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی بہترین مخلوق حضرت محمد ﷺ پر اور آپ کی آل اور تمام صحابہ پر رحمتیں نازل فرمائے۔۔ (ن اُویسی)

سلطان العارفین حضرت شاہ جلال الدین محمد نور اللہ مرقدہ(رحمت اللہ علیہ) کتاب گلزارِ جلالی میں ذکرِ خفی کے ساتھ پاسِ اَنفاس کرنے کو ترجیح دیتے ہیں، اور بھی بہت سے بزرگ کاملین(کامل اولیاء) کا یہی مقولہ (رائے) ہے، مثلاً حضرت شاہ قطب الدین قدس سرہ(رحمت اللہ علیہ) کتابِ مقصودِ الطالبین میں، اور شیخ عبد الحق رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سیر نامہ میں، اور شیخ محمود رحمہ اللہ تعالیٰ بحرِ الرموز میں ذکرِ خفی ہی سے پاسِ اَنفاس کو افضل بتاتے ہیں۔[50]

ذکرِ انف(ناک سے ذکر کرنا): بعض مشائخ اور علماء تو ناک سے ذکر جاری رکھنے کو سخت مذموم(ناپسندیدہ) سمجھتے ہیں، بلکہ ایسے ذاکر(ذکر کرنے والے) کو گنہگار اور کافر تک کہتے ہیں(نَعُوذُ بِاللهِ مِنْ ذٰلِكَ.)۔اور کہتے ہیں کہ چونکہ ناک غلاظت اور گندگی سے گزرنے کی جگہ ہے، اور اسمِ ذات پاک(اللہ کے نام) کو ایسی جگہ سے گزارنا یقینا تباہی(نقصان) اور ضلالت(گمراہی) میں ڈال دیتا ہے اور گنہگار کر دیتا ہے۔اور اگر اس کو گناہ نہ جانیں اور استغفار نہ کیا جائے تو، نَعُوذُ بِاللهِ مِنْ ذٰلِكَ.، کفر میں پڑ جانے کا اندیشہ(خطرہ) ہے، جیسا کہ مصنفِ کتاب ملکِ الطالبین نے لکھا ہے کہ ناک کے راستے سے ذکر کرنا بدعت اور حرام ہے، اور یہ سلسلہ مہدویہ میں مشہور ہے۔[51]

مہدویہ: واضح ہو کہ یہ لفظ مہدویہ، مہدی سے ہے لیکن چونکہ یہ لفظ دو سلسلوں سے منسوب ہو گیا ہے اس لئے دھوکہ سے بچنے کے لئے مہدویہ اختیار کیا گیا اور مہدویہ سے مراد حضرت شیخ محمد عراقی قدمہ سرہ ہیں جنہوں نے عالم مسکر اور غلبہ حال میں انا مھدی (یعنی اپنے مہدی ہونے) کا دعویٰ کیا تھا۔جو سلسلہ ان سے جاری ہوا اسی کو مہدویہ سلسلہ کہتے ہیں۔[52]

ازالہ وہم: ذکرِ انف کو بدعت اور یہ کہنا کہ سلسلہ مہدویہ میں یہ بدعت جاری ہے یہ بڑی بھاری غلطی ہے اس لئے کہ یہ ایک معتبر اور صحیح ذکر ہے اور جو سلسلہ اویسیہ کے لئے ہی مخصوص ہے جیسا کہ حضرت شیخ عبد الخالق رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے حال میں ذکر کیا گیا ہے اور یہ ذکر شیخ محمد عراقی قدس سرہ سے اس لئے منسوب ہے کہ آپ اویسی تھے اگرچہ سہروردی طریقہ بھی رکھتے ہیں۔

جواب: یہ بات علماءِ ظاہری کی ہے کہ جن کے باطن پر حقیقت کے آفتاب کا نور نہ چمکا ہو ورنہ یہ ہرگز بھی اس طرح سے نہ کہتے۔

اسم ذات: اسمِ ذاتِ سبحانی(اللہ کا پاکیزہ نام)، لطائف وانوار اور عالمِ قدس(پاکیزہ عالم) واسرار(راز ورموز) میں سے ہے، اور جو کچھ بھی اس عالمِ ناسوت(دنیوی مادی عالم) میں ہے، سب کثیف(گندا) وخسیس(حقیر) ہے، اور لطیف کو کثیف سے کیا نسبت ہو سکتی ہے، بقول کہ ؎چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔[53]

علاوہ ازیں(اس کے علاوہ) ذاکر(ذکر کرنے والا) ذکر کے وقت بے اختیار(اپنے آپے سے باہر ہو جائے)، مغلوبِ حال(جس کی حالت مغلوب ہو جائے) اور فانی الصفت(اللہ کی صفات میں فنا ہونے والا) ہوتا ہے، اور جو فانی الصفت اور مغلوبِ حال ہو، اسے معذور(مجبور) جاننا چاہیے۔اس کو بدعتی اور گنہگار کہنا درست نہیں ہو سکتا۔

فائدہ: گلزار جلالی اور بحر الرموز میں لکھا ہے کہ اگرچہ اسمِ اللہ (اللہ کا نام) حروف (لفظ کے اجزاء) اور آواز کے اعتبار سے نشان ہوتا ہے، لیکن حقیقتاً وہ حضرت احدیت(یگانہ ذات) کا نمونہ ولباس ہوتا ہے، کیونکہ اسی نام سے مسمی ہوتا(پکارا جاتا) ہے اور یہی مطلب(مقصود) دلالت کرتا ہے مدلول پر۔یہیں سے اہلِ تحقیق(علمائے تحقیق) کا مذہب لینا چاہیے کہ اسمِ عین مسمی ہوتا ہے نہیں تو کسی کو بھی اس سے چارہ نہیں، اور کسی مومن کا ایمان درست نہ رہے۔[54]

---

(50) (حیاتِ اُویس قرنی رضی اللہ عنہ، ذکرِ جلی، ص111، مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس، دہلی، 1940ء)

(51) (حیاتِ اُویس قرنی رضی اللہ عنہ، ذکرِ انف، ص111، مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس، دہلی، 1940ء)

(52) (حیاتِ اُویس قرنی رضی اللہ عنہ، مہدویہ، ص112، مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس، دہلی، 1940ء)

(53) (مٹی کو پاک دنیا/عالمِ قدس سے کیا نسبت!(ن اُویسی)

(54) (حیاتِ اُویس قرنی رضی اللہ عنہ، مہدویہ، ص113، مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس، دہلی، 1940ء)

یہ صوفیہ کا مذہب ہے۔ متکلمین (علمائے علم کلام) کہتے ہیں کہ اسم مسمی کا عین ہے نہ غیرِ عین تفصیل کتبِ کلامیہ (علمِ کلام کی تفصیلی کتابوں) جیسے شرح عقائد وغیرہ میں ہے۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ دال عینِ مدلول اور اسم عینِ مسمی ہوتا ہے، اور مسمی و مدلول عینِ ذاتِ احدیت (خود یگانہ ذات) حضرتِ حق سبحانہ (اللہ تعالی) ہے۔ محققین کے ایک گروہ نے اپنی تصنیفات میں بہت کچھ اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے بالخصوص مولانا جامی قدس سرہ اپنی کتاب موسومہ لوائح و شرح لمعات میں تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کی ذاتِ پاک کا تقرّب (قرب حاصل کرنا) اور معیت تمام اشیاء (چیزوں) اور ان اشیاء کی ماہیت (حقیقت) سے، خواہ وہ اچھی ہوں یا بری، یکساں (برابر) ہوتا ہے، اور باوجود اس مشابہت کے، ذاتِ پاک میں کوئی خرابی (نقص/کمی) واقع نہیں ہو سکتی۔ جس طرح سورج کی روشنی باوجود یکساں (برابر) ہر کثیف و لطیف، پاک و ناپاک پر یکساں پڑتی ہے، مگر اس میں کوئی کمی نہیں آتی اور بدستور (ہمیشہ) قائم رہتی ہے، اس کی تحقیق فقیر کے رسالہ تنبیہ الغبی میں ہے۔

فائدہ: کتابِ مرآۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ قالب (بدن/جسم) کے ہر ذرہ (حصہ) اور ہر جزو (حصہ) میں روح ہوتی ہے، اور اسی سے سب اجزاء (حصے) اور ذروں (چھوٹے ذرات) کی زندگی وابستہ ہوتی ہے۔ اور باوجود اس کے کہ خون اور اجزائے خون (خون کے عناصر) قالب کے باطن میں ہوتا ہے، روح کے پاک اور طاہر ہونے میں کوئی خرابی (نقص) واقع نہیں ہوتی۔ روح پاک اور طاہر بھی رہتی ہے۔ اسی طرح اسمِ ذات (اللہ کا نام) اور ذاتِ احدیت (یگانہ ذاتِ حق) جو ذاکر (ذکر کرنے والا) کے وجود اور جملہ اجزائے وجود (تمام حصوں) میں متصرّف (عمل کرنے والی) ہوتی ہے، آلائشِ وجود (وجود کی نجاست/خرابی) سے پاک اور طاہر رہتی ہے۔[55]

تحقیقی جواب: پاسِ اَنفاس (سانس کی نگرانی) تو ہر سلسلہ (روحانی سلسلہ) میں مروج (رائج) ہے، اور وہ یہی ذکر تو ہے کہ سانس اندر جائے تو اللہ (اللہ کا تصور) اور باہر آئے تو ھُو کا تصور ہو۔ اور سانس کی آمد و رفت (آنا جانا) ناک ہی سے ہوتی ہے۔ اور حدیثِ پاک میں ہے: كانَ رسولُ الله يَذْكُرُ في كُلِ أَحْيانِهِ[56] (بخاری)

یعنی رسول اللہ ﷺ ہر آن ذکر میں مشغول رہتے تھے۔ وہ ذکر جہری دوسری کے لیے نہیں ہو سکتا، وہ ذکر پاسِ اَنفاس تو ہے، چونکہ حضرت عراقی رحمہ اللہ تعالی علیہ نے اس پر التزام (پابندی) رکھا ہوا تھا، اسی لیے اسی نام سے موسوم (نامزد) ہو کر بدعت کہنا حرفِ عرفاء (عارفوں کی طرف منسوب) ہے، ورنہ یہ ذکر سنت ہے۔ (نافہم—سمجھنے والوں کے لیے۔)

---

(55) (حیاتِ اُویس قرنی رضی اللہ عنہ، مہدویہ، ص 113، مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس، دہلی، 1940ء)

(56) (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب هل يتتبع المؤذن فاه ههنا وههنا وهل يلتفت في الأذان، 1/ 227، دار ابن كثير، سنة النشر: 1414هـ/ 1993م)

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّيۡ عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ

قصیدہ مقدسہ حضرت خواجہ اُویس قرنی رضی اللہ عنہ

یہ قصیدۂ مبارکہ فقیر اُویسی غفرلہ کو حضرت سلطانِ السالکین حضرت محمد سلطان بالادین اُویسی شہزادۂ دربارِ حضرتِ عبدالخالق رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے عنایت فرمایا، اور یہ قصیدہ مبارکہ سلسلۂ اویسیہ کے اوراد و وظائف میں داخل ہے۔ اس کا ورد آپ کے مشائخ کرام (رحمہم اللہ تعالیٰ) بھی کرتے ہیں، اور آپ کا معمول بھی تھا۔ فقیر اویسی غفرلہ کو اپنے خادمِ خاص مولوی محمد بخش صابری اویسی (مرحوم) سے لکھوا کر عطا فرماتے ہوئے اس کے ورد کی تلقین فرمائی۔ بہت پُر لطف قصیدہ ہے، فقیر کے ورد میں ہے، اور فقیر تمام پیر بھائیوں سے اپیل کرتا ہے کہ اسے حرزِ جان اور وردِ لسان (ذکرِ زبان) بنایئے، بلکہ اسے علیحدہ چھاپ کر پیر بھائیوں تک پہنچایئے۔ اس کا ورد ظاہری اسباب و ضروریات (دنیاوی وسائل و حاجات) کا کفیل (ضامن/کافی) اور روحانی فوائد کا بہترین سرمایہ (ذخیرہ) ہے۔ جیسے فقیر کو حضرت موصوف (رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ) نے پڑھنے کی اجازت بخشی تھی، فقیر تمام پیر بھائیوں کو اجازت پیش کرتا ہے، لیکن اپنے شیخ سے بھی اجازت لینا بہتر ہے۔ روزانہ ایک دفعہ (صبح کی نماز کے بعد) پڑھتے وقت کسی سے گفتگو نہ کریں۔

فَقَط وَالسَّلام

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاولپور۔ پاکستان

۲۴ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ در بروز شب سہ پہر

☆☆☆☆☆

نوٹ: مکمل قصیدہ بمع ترجمہ اگلے صفحہ پر ہے۔ (ن اُویسی)

قصیدہ مقدسہ
(حضرت خواجہ اُویس قرنی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

صَلِّ یَا رَبِّ عَلٰی رَأۡسِ فَرِیۡقِ النَّاسِ		اے اللہ! تمام لوگوں کے سروں پر درود بھیج
مِنۡہُ لِلۡخَلۡقِ اَمَانٌ بِزَمَانِ الۡیَاسِ		قیامت میں صرف انہی سے مخلوق کو امان ہو گی!
صَلِّ یَا رَبِّ عَلٰی مَنۡ ھُوَ فِیۡ حُرۡغدٍ		اے رب تعالیٰ اس ذات پر درود بھیج جس ذات نے
کُلَّ مَنۡ یَظۡمَاءُ یَسۡقِیۡہِ رَحِیۡقَ الۡکَاسِ		ہر پیاسے کو خالص شراباً طہورا کے پیالے بھر بھر کر پلائیں گے
صَلِّ یَا رَبِّ عَلٰی مَنۡ بِرَجَاءِ الۡکَرَمِ		اے رب تعالیٰ! اس ذات پر درود بھیج جس کے لطف و کرم سے ہزاروں امیدیں وابستہ ہیں۔
خُصَّ مَنۡ جَاءَ اِلَیۡہِ لِعُمُوۡمِ النَّاسِ		اُن کا کرم اپنے پرائے کے لئے ہے جو بھی آیا محروم نہ رہا
صَلِّ یَا رَبِّ عَلٰی مُؤۡنِسِ کُلِّ الۡبَشَرِ		اے رب تعالیٰ ہر بشر کے مونس و غم خوار پر درود بھیج
مُبَدِّلِ الۡوَحۡشَۃِ فِی الۡقَبۡرِ بِاسۡتِیۡنَاسِ		ہر قبر میں اپنے اُنس سے قبر والے کی وحشت دور فرمائیں گے۔

فائدہ: اس سے واضح ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا یہی عقیدہ تھا کہ قبر میں حضور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کی جلوہ گری ہوتی ہے تفصیل کے لئے فقیر اُویسی رسالہ ''ہر قبر میں حضور کی زیارت'' پڑھئے۔(اویسی غفرلہ ۱۲)

صَلِّ یَا رَبِّ عَلٰی رُوۡحِ رَئِیۡسِ الرُّسُلِ		اے رب تعالیٰ! رسل کرام علیہم السلام کے رُوح اور اُن کے سردار پر درود بھیج!
فَنَفۡتَدِیۡ نَحۡنُ عَلٰی اَرۡجُلِہٖ بِالرَّاسِ		ہم تو اُن کے قدموں پر سر قربان کرنے والے ہیں!
صَلِّ یَا رَبِّ عَلٰی ذِیۡ نِعَمٍ دَائِمَۃٍ		اے رب تعالیٰ دائمی نعمتوں والے نبی علیہ السلام پر درود بھیج
نِعَمَ الۡیَوۡمَ عَلَی الۡخَلۡقِ بِلَا مِقۡیَاسِ		مخلوق پر آج بھی اُن کی ان گنت نعمتیں ہیں
صَلِّ یَا رَبِّ عَلٰی صَاحِبِ شَرۡعٍ حِیۡنَ		اے رب تعالیٰ بہترین شریعت والے نبی (ﷺ) پر درود بھیج
فَرَّقَ النَّاسَ مَتٰی جَاءَ مِنَ النِّسۡنَاسِ		جنہوں نے تشریف لاتے ہی اچھے بُرے سے ممتاز بنایا ہے
صَلِّ یَا رَبِّ عَلٰی ذِیۡ کَرَمٍ اُمَّتُہٗ		اے رب تعالیٰ لطف و کرم والے نبی ﷺ پر درود بھیج جس کی امت
تَدۡخُلَ الۡجَنَّۃَ فِی الۡحَشۡرِ بِلَا وَسۡوَاسِ		قیامت میں بلا خوف و خطر بہشت میں داخل ہو گی
صَلِّ یَا رَبِّ عَلٰی مَنۡ ھُوَ لَوۡلَاہُ لَمَا		اے رب تعالیٰ ان پر درود بھیج کہ اگر وہ نہ ہوتے
یَشۡمَلُ النَّاسِیَۃَ الۡکَوۡنُ مَعَ الۡحَسَّاسِ		تو عدم وجود کو حس و حرکت پر مشتمل نہ ہوتا
صَلِّ یَا رَبِّ عَلٰی مَنۡ ھُوَ مِنۡ عِصۡمَتِہٖ		اے رب تعالیٰ اس ذات پر درود بھیج جن کی عصمت کی برکت سے
یَعۡصِمُ الۡحَقُّ مُحِبِّیۡہِ مِنَ الۡخَنَّاسِ		اللہ تعالیٰ آپ کے عشاق کو خناس سے محفوظ رکھتا ہے
صَلِّ یَا رَبِّ عَلٰی مَنۡ ھُوَ مِنۡ عَاذَبِہٖ		اے رب تعالیٰ اس ذات پر درود بھیج جن کی ذات سے جس نے پناہ لی تو

لَمْ تَصِلْ قَطُّ اِلَيْهِ يَدَى الْوَسْوَاسِ		اسے کبھی شیطان نہ بہکا سکے گا
صَلِّ يَا رَبِّ عَلٰى مَنْ هُوَ مَنْ بَارَقَهُ		اے رب تعالیٰ اُس ذات پر درود بھیج جن کی جس پر تلوار چمکی
السَّيْفُ قَدْ اَذْهَبَ قَطْعًا بَصَرَ الشَّمَّاسِ		تو یقیناً دشمن کی آنکھ کو مٹاڈالا
صَلِّ يَا رَبِّ عَلٰى صَاحِبِ نَوْعِ الشَّرَفِ		اے رب تعالیٰ شرافت والے نوعِ انسانی پر دُرود بھیج
مَيَّزَ النَّاسَ بِهِ الْفَضْلُ مِنَ الْاَجْنَاسِ		جنہیں تیرے فضل نے نوعِ انسانی کے جنس سے ممتاز بنایا
صَلِّ يَا رَبِّ عَلٰى مَنْ بِنَخِيْلِ الْكَرَمِ		اے رب تعالیٰ اس ذات پر درود بھیج جن کی نخیل کرم کے
فِيْ رِيَاضِ الْاُمَمِ الْيَوْمَ لَنَا الْغِرَاسِ		آج بھی رحم میں ہمارے لئے باغات موجود ہیں
صَلِّ يَا رَبِّ عَلٰى مَنْ لِغَنَاءِ الْكَرَمِ		اے رب تعالیٰ اس ذات پر درود بھیج جس کا غنائے کرم
مِنْ بُيُوْتِ الْفُقَرَاءِ يَذْهَبُ بِالْاِفْلَاسِ		فقراء کے گھروں سے افلاس کو مار بھگاتا ہے
صَلِّ يَا رَبِّ عَلٰى عِتْرَتِهِ الطَّهُرَاتِ		اے رب درود بھیج آپ کی عزت پاک پر
وَعَلَى الصَّحْبِ مَعَ الْحَمْزَةِ وَ الْعَبَّاسِ		اور آپ کے صحابہ کرام اور حمزہ اور عباس پر
صَلِّ يَا رَبِّ عَلٰى مَنْ لِاُوَيْسٍ مِنْهُ		اے رب تعالیٰ! اس ذات پر درود بھیج جن کے علاقہ اُویس کا
طَهَّرَ الْقَالِبَ وَالْقَلْبَ مِنَ الْاَدْنَاسِ		جسم اور دل غلہ و غش پاک وصاف ہوا۔